



ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: 23 --- جلد نمبر 3 --- شمارہ نمبر 1 --- جنوری، فروری 1973ء --- محرم الحرام 1393ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبدالرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور
محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے زیر سالانہ: 200 روپے بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عینِ جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ
مہرِ مہر
لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

فکر و نظر.....	2
مقدمۃ التفسیر والتعبیر.....	8
خلیفہ بلا ضل اور وصی رسول اللہ.....	31
اسلامی نظام حیات اور جدید رجحانات.....	22
سیدنا حضرت امام حسینؑ سبط رسول ﷺ.....	12
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے.....	11
نعت رسول مقبول ﷺ.....	13
تعارف و تبصرہ کتب.....	13

فکر و نظر

بے خدادنیادار قیادت

عالم اسلام کے مصائب کا واحد سبب ہے

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کے استحقاق کی بات چلی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”کان خلیفۃ رسول اللہ ﷺ فی الصلوٰۃ رضیہ لدیننا فرضینا لدنیانا“¹

نماز میں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ اور جانشین رہے حضور نے ان کو ہماری دینی قیادت کے لئے ناپسند فرمایا تو ہم نے ان کو اپنی دنیوی قیادت کے لئے پسند کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گویا بہت مختصر فرمائی ہے مگر کوزہ میں دریا بند کر دیا ہے، آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہماری سیاسی قیادت کے لئے وہی لوگ اہل ہیں جو ہماری دینی قیادت کے لئے بھی اہل ہوں۔ ورنہ؟ جواب واضح رہے!

مسلمانوں کے سیاسی رہنما کے بارے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان الخلیفۃ هو الذی یقضی بکتاب اللہ ویشفق علی الرعیۃ شفقتہ الرجل علی اہلہ فقال الاحبار صدق (کتاب الاموال لابن عبید)

مسلمانوں کا اصلی سیاسی سربراہ وہ ہے جو کتاب اللہ (قرآن مجید) کے مطابق فیصلے کیا کرے اور رعیت کے سلسلے میں یوں رحیم اور شفیق ہو جیسے کوئی اپنے اہل و عیال پر ہوتا ہے حضرت کعب احبارؓ نے یہ سن کر فرمایا، درست اور بجا فرمایا!

امام احمد بن ابی الریح نے اسلامی ریاست کے سربراہ کی ایک تصویر بھی پیش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وینبغی ان یقسم نہارہ اقساماً فاوہ لذکر اللہ ویشکرہ وصدرة للنظر فی امر الرعۃ ووسطہ لاکلہ ومنامہ (سلوک الممالک فی تدبیر الممالک ص 81)

سربراہ مملکت کے مناسب ہے کہ وہ اپنے دن کے اوقات تقسیم کرے۔ پہلا یعنی صبح کا وقت اللہ کی یاد کے لئے اور اس کے شکر کے لئے وقف کرے۔ دن کا ابتدائی حصہ امور رعایا کے لئے مخصوص کرے اور اس کا درمیانہ ٹائم کھانے اور دم لینے کے لئے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

وینبغی ان یقہر شہوتہ فان من کان عبدہا لا یستحق المملک (ایضاً ص 82)

¹ فضائل ابی بکر الصدیق للعشاری

چاہئے کہ وہ اپنی (مصرفانہ) خواہشات کو دبا دے کیونکہ جو شخص ان کا غلام ہو جاتا ہے، وہ سربراہی کا اہل نہیں رہتا۔

امام ماموروی (ف 250ھ) نے لکھا ہے کہ:

سیاسی امامت کے لئے سات شرطیں ہیں، جن میں سے تین یہ ہیں:

1. عدالت: (سیاسی امامت کے اہل ایسے لوگ ہیں جو) محاسن اخلاق سے آراستہ، تقویٰ و طہارت میں فائق ہوں اور اخلاق و مروت اور شائستگی

کے منافی امور سے پرہیز کرتے ہوں۔

2. علمی استعداد: صاحب اجتہاد ہوں یعنی قرآن و حدیث پر عبور رکھتے ہوں اور پیش آمدہ مسائل ان کی روشنی میں حل کر سکنے کا ملکہ رکھتے

ہوں۔

3. سیاسی بصیرت: ملک و رعیت کے تقاضوں اور خصائص سے باخبر ہوں۔ (الاحکام السلطانیہ ص 4)

اور اس کو جو لوگ انتخاب کریں وہ ”بے بصر اور بے خبروں“ کا ٹولہ نہ ہو بلکہ سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے علم و دیانت سے متصف حضرات

ہوں:

الرأى والحكمة المودیان الى اختيار من هو للامامة الصبح ويتدبير المصالح اقوام واعرف (ایضاً)

یعنی ایسی رائے اور دانائی مطلوب ہے جو امامت کے لئے قابل ترین اور مصالح قوم کے لئے مضبوط اور باخبر شخص کے انتخاب پر منتج ہو۔

تقریباً تقریباً یہی شرائط ان کے وزراء اور مشیران کار اور احکام اعلیٰ کے لئے بھی ضروری ہیں۔

پس یہ ہیں اسلامی ریاست کے وہ حکمران جن سے نیک توقعات قائم کرنا ممکن اور بجا ہوتا ہے۔ مگر افسوس! ایک طویل عرصہ سے ملت اسلامیہ

اس قسم کی قیادت سے محروم چلی آرہی ہے جس کی وجہ سے وہ ابدار و نکبت اور تنزل کی دلدل میں روز افزوں دھنستی چلی جا رہی ہے۔

ملت اسلامیہ کا ہر فرد اپنے اپنے علاقہ اور ملک کے سیاسی حکمرانوں اور ان کے مشیروں اور وزیروں کی زندگی کا مطالعہ کرے اور پھر سوچے کہ جو

خدا اور اس کے رسول کے وفادار نہ ہو سکے، جن کی آنکھوں میں رب العلمین اور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی شرم باقی نہ رہی، جن کے لیل و نہار شراب و

کباب میں غرق رہے، جو تشریعی امور میں خدا کے لئے اقتدار اعلیٰ کے قائل نہ رہے اور جو اپنی کرسی، اپنی بادشاہت، اپنے اقتدار اپن، اپنے عیش و

آرام، اپنے کروفر اور اپنے ذاتی اغراض سے ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہماری بگڑی بنائیں گے، ہم پر رحم کریں گے، ملک و ملت کی شرم ان کو مارے گی،

غریب عوام پر وہ رس کریں گے، پاک صاف زندگی گزارنے، محتاط رہنے اور باخدا لمحات بسر کرنے کی کوئی طرح ڈالیں گے یا اس کا کچھ سامان کریں

گے۔ یہ آپ کی بہت بڑی بھول ہے۔ اگر آپ غور فرمائیں گے تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ بے خداد نیادار قیادت ہی عالم اسلام کے تمام مصائب کا

واحد سبب ہے۔

اور اگر ملت اسلامیہ چاہتی ہے کہ بھلے دن آئیں اور ان آزار دہ مصائب سے نجات پائے تو اسے چاہئے کہ ہر جگہ ”نظام قیادت“ بدلے۔ بھلے

آدمیوں کو آگے لائے، جاہ پرست، عیاش، بے خدا، اسلام اور اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ لوگوں کو قیادت کے منصب سے معزول کر دے۔ ان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سر سے تاج کجکلا ہی اتار لے اور ان کے قدموں کے نیچے سے تخت شاہی کھینچ لے۔ پھر یہ روحانی قیادت ان باخدا لوگوں کے حوالے کرے جو ”میری میں فقیری“ کا منظر پیش کرتے ہیں، جو شہزادگی نہیں کرتے، پہرہ دیتے ہیں۔ قوم کو آرام کی نیند سلاتے ہیں اور خود گلیوں اور کچوں میں گھومتے اور فلاکت زدوں کا پتہ لگاتے ہیں، جن کی زندگی قول و عمل کے تضاد سے پاک ہوتی ہے، جو پاک لوگ کہلاتے ہیں اور تاجدار ہو کر بھی خدا کے حضور سر بسجود رہتے ہیں تاکہ یہ لوگ ہمارے پیش امام بھی ہوں اور جرنیل بھی۔ اور اگر آپ کو ایسے لوگوں کی تلاش نہیں ہے تو پھر امن و سکون کی تلاش چھوڑ دیجئے! رویئے اور مزید نوحہ خوانی کے لئے تیاری کیجئے! باور کیجئے شاہ سعود اور قذافی بہت کم یاب ہیں بلکہ نایاب ہیں۔ بقول علامہ اقبال ے

در عجم گروید ام ہم در عرب

مصطفیٰ نایاب ارزاں بولہب

اب کے حج کی تقریب کے موقع پر جو سرکاری وفد تشریف لے گیا تھا، اس کی قیادت وزیر اطلاعات جناب کوثر نیازی نے کی تھی۔ ہمارے نزدیک یہ بھی ایک لطیفہ ہے! قائد وفد اور ان کے محترم لیڈر نعرہ تو ماسکو اور پیکنگ برانڈ سوشلزم کا لگاتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ مکہ و مدینہ کی یاترا کا تکلف بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ شاید اسی لئے اقبال مرحوم نے کہا تھا ے

شاید اسی لئے اقبال مرحوم نے کہا تھا ے

اگر بایں مسلمانی کہ دارم!

مرا زکعبہ می راند حق اوست

لطیفہ پر لطیفہ یہ کہ:

مفتی محمود جیسے عظیم عالم دین کو بھی ان کی قیادت میں جانا پڑا، رخ کعبہ کو، امام وزیر اطلاعات اور مقتدی مولانا مفتی محمود؟ عجیب ہی نظارہ دیتا ہے! جو بھی لوگ برسر اقتدار آئے ہیں، حکام عموماً ملکی آئین اور قانون کے بجائے سیاسی حکمرانوں کی دل جوئی کو سب سے زیادہ حرز جاں بنا لیتے ہیں۔ جس کا خمیازہ اس وقت ان کو بھگتنا پڑتا ہے۔ جب کوئی دوسرا گروہ برسر اقتدار آجاتا ہے۔

اصل میں سارا فساد ملکی قانون اور آئین سے غداری کا ہے۔ اگر حکام اس سلسلہ میں ثابت قدم رہیں تو حکمران بھی سیدھے ہو جائیں اور یہ خود بھی ہر افتاد سے محفوظ رہیں۔ ہماری ملکی عدالت عالیہ ہمارے سامنے ہے وہ قانون اور دستور کا تحفظ کرتی ہے اور پوری جرأت اور دیانتداری کے ساتھ کرتی ہے۔ اس لئے ہر حکومت غیر آئینی دھاندلی کرتے ہوئے سوبار سوچتی ہے۔ اگر دوسرے حکام بھی ایسا ہی کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ قوم کا معیار بلند نہ ہو اور ملت کا ہر فرد اپنے آپ کو معزز نہ سمجھنے لگے۔

حضرت قاضی شریح کی عدالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک مقدمہ دائر ہو جاتا ہے۔ جس میں قاضی موصوف نے قانون کے نفاذ میں کوئی تامل نہ کیا حالانکہ حضرت علیؓ خلیفہ وقت تھے۔ اگر ہمارے حکام بھی اس روش پر چل نکلیں تو ہر دور کے ارباب اقتدار بھی کچھ سوچ کر ہی قدم اٹھایا کریں۔ بہر حال حکام کو قانون سے بغاوت کر کے حکمرانوں کی ذاتی ”جی حضوری“ سے کچھ زیادہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ یہ بات ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی سمجھ میں آجائے۔

کہتے ہیں درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے (اور صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے) تو موجودہ حکمرانوں کے عہد میں غنڈہ گردی اور دھاندلی نے جتنے اور جیسے کچھ بال و پر نکالے ہیں وہ پیپلز پارٹی کے سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ ارباب اختیار خود ہی مجرموں کی سرپرستی کرتے ہیں یا حکومت پُر امن شہریوں کو عزت اور جان و مال کا تحفظ دینے میں ناکام رہی ہے۔ بہر حال صورت جو بھی ہو یہ اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ یہ حکمرانی کے اہل نہیں ہیں۔

حال ہی میں دن دہائے گوانوالہ کے بارونق اور بھرے بازار میں پستولوں سے مسلح ملزموں نے اندھا دھند فائرنگ کر کے چار افراد کو شدید زخمی کر دیا اور برتوں کی مشہور دکانوں سے ہزاروں روپے کی نقدی لوٹ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے، ملزموں نے برتنوں کے دکانداروں کو گالیاں دیں، جان سے مار دینے کی دھمکیاں دیں اور بھاگتے ہوئے ایک ٹیکسی ڈرائیور کو زخمی کر کے اس سے ٹیکسی چھین کر بھاگ گئے۔ جس سے علاقہ میں اتنا خوف و ہراس پھیلا کہ علاقہ بھر میں راہ گیروں نے زمین پر لیٹ کر جان بچائی۔ (وفاق ۲۲ جنوری)

ہم حیران ہیں کہ گورنر اور صدر سے لے کر پیپلز پارٹی کے ایک رضاکار تک، جب بولتے ہیں تو مخالف سیاسی رہنماؤں اور جماعتوں کو ”خون کی ندیاں“ تک بہا دینے کی دھمکیاں دے ڈالتے ہیں بلکہ ان سے جیلیں بھی بھر دیتے ہیں لیکن ان مٹھی بھر سماج دشمن عناصر کے سلسلہ میں انہوں نے یوں چپ سادھ رکھی ہے، جیسے یہاں کچھ ہوا ہی نہیں۔ کیا ارباب اختیار صرف پُر امن شہریوں کو دبانا جانتے ہیں یا مجرموں کی ان دھاندلیوں کا کچھ علاج بھی ان کے پاس ہے؟

مغربی پاکستان میں چار صوبے ہیں جن میں سے تین وہ ہیں جو آئے دن ”گولی“ کی زبان میں بات کرتے ہیں، علیحدگی کی دھمکیاں دیتے ہیں اور حکمران پارٹی کو کھر کھری سناتے رہتے ہیں، لیکن صدر محترم سن کر یوں چپ سادھ لیتے ہیں جیسے انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں لیکن چوتھا صوبہ پنجاب ایسا بد نصیب ہے کہ جب کہیں موقع ملتا ہے، صدر بھٹو اور ان کے کارندے دوسروں کا غصہ بھی اس پر نکال لیتے ہیں۔

دو بھائیوں کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک توبت کو ماننا اور اس کی پوجا کرنا تھا لیکن دوسرا بہت گستاخ تھا اور اس کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔ ایک دن بت نے اپنے ماننے والے سے کہا کہ اپنے بھائی کو میری بے ادبی کرنے سے باز رکھو ورنہ میں تمہاری ٹانگ توڑ دوں گا۔ وفادار پجاری بولا: تجور میں تو بے قصور ہوں، جو قصور وار ہے آپ اس کی ٹانگ توڑیں میری کیوں توڑتے ہیں؟ بت بولا: وہ تو مجھے مانتا ہی نہیں۔ اس لئے اس سے گلہ نہیں لیکن تم تو مجھے مانتے ہو لہذا میں تو تمہاری ہی ٹانگ توڑ سکتا ہوں۔

”قومی اسمبلی کے نائب قائد ایوان اور مرکزی وزیر صحت شیخ محمد رشید نے کہا ہے کہ قومیاے جانے والی جائیداد اور دیگر ذرائع پیداوار کے جائز یا ناجائز ہونے یا معاوضہ کی جانچ پڑتال کر کے تشخیص کرنے کے اختیارات ہائی کورٹ یا دیگر عدالتوں کو دینے سے حکومت کا اختیار غیر موثر ہو کر رہ جائے گا۔“ (وفاق ۲۲ جنوری)

عدالتوں کے سلسلے میں وزیر صحت کے یہ اندیشے اور ریمارک محتاط نہیں ہیں، اس کے علاوہ اس کے یہ معنے ہیں کہ حکومت قانون اور آئین کی راہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اختیار کرنا نہیں چاہتی۔ عقل بڑی کہ بھینس؟ گویا کہ ارباب اختیار عقل و ہوش سے کام لینے کے بجائے دھونس سے کام لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر یہ اندیشہ ہو کہ حزب اقتدار اسے حربہ کے طور پر مخالف جماعتوں اور افراد کے خلاف استعمال کریں گے تو ہم دعویٰ سے یہ کہتے ہیں کہ جائیدادوں کے سلسلے میں اتنے بڑے اقدام کی ان سے قطعاً کوئی توقع نہیں ہے۔ ورنہ سب سے پہلے ان کو اپنے معنوی ”مورث اعلیٰ“ سے شروع کرنا پڑے گا۔

بہتر یہ ہے کہ اس شق میں یہ اضافہ بھی کیا جائے کہ جن خاندانوں یا افراد کو انگریزوں نے یا ان سے پہلے یا ان کے بعد کسی دوسرے کجگاہ نے ملک دشمنی یا غلط وفاداری کے صلے میں منقولہ یا غیر منقولہ جو جتنی وار جیسی کچھ جائیداد دی ہو وہ پوری چھان بھٹک کے بعد ان سے چھین لی جائے۔ اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ یہ کلباڑا کہاں سے آغاز کر کرتا ہے اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ پیپلز پارٹی کے ایک ”فقیر شہر“ سے لے کر ایک رندے باوہ خواہ کجگاہ تک کون کون سے حسیں چہرے بے نقاب ہو جائیں گے۔ کاش! کوئی بندہ خدا اٹھے اور یہ فریضہ انجام دے تاکہ دیا اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھ لے کہ ”چور چور“ کا شور مچانے والوں میں خود کتنے چور ہیں؟ افغانستان سے ایک ”بابا“ آئے ہیں، کہاں کہاں سے گھوم پھر کر آئے ہیں؟ بھارت کی آنکھوں کا تارا کیوں بنے رہے؟ افغانستان کی سر زمین ان کو ”پاک دیں“ سے زیادہ اس آئی؟ یہ کچھ ایسے سوالات ہیں، جو دل ہی دل میں اٹھتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں۔

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

آتے ہی عدم تشدد کا درس دینے کو اٹھ دوڑے مگر عدم تشدد کے اسی ماحول سے جب کبھی آواز بلند ہوئی تو یہی سنائی دیا کہ ”ہم گولی کی زبان میں بھی بات کرنا جانتے ہیں۔“

رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے

دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

طرفین نے شور مچا رکھا ہے، حزب اختلاف کا کہنا ہے کہ پیپلز پارٹی ملک کو آئین نہیں دیتی، وہ کہتے ہیں اپوزیشن لیتی ہی نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ پیپلز پارٹی جو آئین دیتی ہے وہ ملک کے لئے نہیں بلکہ اپنے اقتدار کی عمر درازی کے لئے دیتی ہے اور اپوزیشن جو مانگتی ہے وہ ملک اور قوم کے لئے مانگتی ہے۔ فرق صرف تعبیر کا نہیں، نیتوں کا بھی ہے۔ بہر حال صورت حال کچھ بھی ہو ملک کو اب آئین مل جانا چاہئے۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی اس توہنکار کے درمیان کہیں ”آئین کی مرغی“ حرام نہ ہو جائے اور یہ بہت بڑا المیہ ہو گا۔

شورش میاں چلا اٹھے ہیں کہ اب بیشتر صحافی بھی حکومت کے چوہداروں میں ہو گئے۔ جو قوم کے بجائے حکومت کی ترجمانی کرتے ہیں، الاما شاء اللہ۔ (نوائے وقت ملخصاً)

جناب! اب ذہن یہ بن گیا ہے کہ انسان انسانیت کا نہیں، آنت کا نام ہے اس لئے روٹی، کپڑا اور مکان پہلے اور وہ بھی جیسے بن پڑے کماؤ۔ یہ وہ نعرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بے خداد نیادار قیادت

ہے جو موجودہ ارباب اختیار نے قوم کو دیا ہے اور صرف اس لئے دیا ہے کہ دنیا نظریہ پاکستان کے پیچھے دوڑنا بھول جائے۔ بس روٹی دیکھ کر پھول جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد ضمیر اور ایمان کی بات بھی ایک کاروباری نعرہ بن جاتا ہے۔

جن صحافیوں کا ذہن یہ بن گیا ہو، ان سے یہ توقع کرنا کہ وہ مفادِ عاجلہ سے بلند ہو کر ملک و ملت کے وسیع تر مفاد کے لئے قلم اور زبان کی زکوٰۃ نکالیں گے؟ بہت بڑی بھول ہے۔

دراصل ملتِ اسلامیہ کے جس بھی فرد یا طبقہ کو اربابِ حکومت ملک و ملت کے بجائے اپنے ذاتی اغراض کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں وہی ملک و ملت سے غداری کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔ قوم کی سیرت اور کردار کو مسخ کر کے وہ ملک کی کوئی بہتر خدمت انجام نہیں دیتے کاش! اپنی ذات سے بالاتر ہو کر یہ لوگ ملک اور قوم کی کچھ خدمت کر سکتے۔ اقتدار آنی جانی شے ہے۔ ملک اور قوم سدا رہنے والی حقیقت ہے۔ عارضی چسکے کے پیچھے لازوال ملّی دولت کو پامال کرنا، بہت بڑی ملک دشمنی ہے۔ خدا ہوش دے!

تحریکِ استقلال کے رہنما ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خاں نے صدر بھٹو پر الزام لگایا ہے کہ: ”سربراہ مملکت کے لے ایک محل تعمیر ہو رہا ہے جس پر 16 کروڑ لاگت آئے گی اور ڈیڑھ کروڑ روپیہ لاڑکانہ ریلوے اسٹیشن کی تعمیر نو پر خرچ کرنے کی منظوری دے دی گئی ہے۔“ (نوائے 23 جنوری)

صدر بھٹو نے غریب عوام کو روٹی کپڑا دینے کا جو وعدہ کیا تھا اس کی بسملہ ’اول خویش بعد درویش‘ کے اصول پر شروع کر رہے ہیں۔ عوام گھبرائیں نہیں، دنیا باامید قائم، کبھی تو آپ کی بھی خدا سنے گا۔

مقدمۃ التفسیر والتعبیر

مولانا عزیز زبیدی واربرٹن

شمارہ ہذا سے ہمارے محترم دوست مولانا عزیز زبیدی مسلسل تفسیر قرآن کا آغاز فرما رہے ہیں۔ تفسیر اور مفسر کے بارے میں تو ہم کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کیونکہ تفسیر و تعبیر قارئین کے سامنے ہے اور مفسر جانے پہچانے لیکن اس بابرکت افادہ کو قائم رکھنے کے لئے احباب سے درخواست ہے کہ مولانا موصوف کے حق میں متنوع پریشانیوں اور الجھنوں سے نجات کے لئے دعائے خاص فرمائیں جن میں سے مولانا کی اہلیہ کی علالت مدید اور کچھ عرصہ سے خود مولانا کی ناسازی طبع خاصی اہم ہیں۔

سلسلہ تفسیر سے قبل مقدمہ تفسیر ہدیہ قارئین ہے جس میں موصوف نے قرآن اور خود اپنے بارے میں بہت سی مفید معلومات کے علاوہ اپنا تفسیری فکر و ذوق اور اسلوب و انداز ملحوظات (Notes) کی صورت میں بیان کیا ہے جس سے اس تفسیر کی اہمیت و ضرورت بھی واضح ہو رہی ہے۔ (ادارہ)

ترجمہ:

شمس العلماء مولانا ندیر احمد دہلوی بن سعادت علی بجنوری رحمۃ اللہ علیہ (م 1331ھ / 1836ء) نے قرآن حمید کا ترجمہ کیا تھا۔ گو اس کی بعض باتیں کھٹکتی ہیں تاہم مجموعی لحاظ سے خوب ہے، اس لئے ہم نے بنیاد اسی ترجمہ کو بنایا ہے۔ جزوی تغیر کے سوا باقی سارا ترجمہ ان کا ہے۔

تفسیر و تعبیر:

تفسیر اور تعبیر کا انداز، تبلیغی اور خطابي رکھا ہے کیونکہ یہ اس کا قدرتی اسلوب اور مطلوب ہے۔ **بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ** (المائدہ: ۶۷) لغوی معنی حد درجہ ضروری ہیں لیکن میں زیادہ تر قرآن حکیم کو اس کے سیاق میں دیکھتا ہوں۔ سیرۃ الرسول ﷺ اور ان احوال و ظروف کو سامنے رکھتا ہوں، جن میں اس کا نزول ہوا مگر اپنے دور میں بیٹھ کر اوریوں جیسے ہم اس سے کچھ پوچھنے چلے ہیں یا ہمیں وہ کچھ بتانے آیا ہے۔

قرأت:

جیسا کہ ہر ملک کا حال ہے، عرب قبائل میں بھی بعض الفاظ کا تلفظ ایک دوسرے سے مختلف تھا اس لئے قرأت قرآن میں بھی وہ رنگ باقی رہا لیکن یہ گھبرانے کی کوئی بات نہ تھی۔ مادری زبان اور لہجہ کی مجبوری تھی۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد تھا کہ:

ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف یہ قرآن سات طرح پر اترا ہے (مسلم عن عمرؓ)
یعنی جب مضمون ایک ہے تو پھر خیر ہے۔

كَلَّا كَمَا احْسَنَ فَلَا تَخْتَلَوْا (بخاری عن ابن مسعود) دونوں ہی اچھا پڑھتے ہو، لڑو نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قراء:

ان کے ذریعے اور انہ کی مختلف قرأتوں کے ساتھ ہم تک قرآن پہنچا۔ اپنے اس مختلف اسلوب میں ہم تک جن بزرگوں کے ذریعے یہ قرآن پہنچا، ان کا نام قراء سبعہ (سات قاری) ہے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

1. حضرت نافع، ابورویم مولیٰ جنونہ (ف 169ھ) یہ امام مالک کے استاذ نہیں، دوسرے ہیں۔
 2. ابن کثیر: ابو معبد عبد اللہ بن کثیر الداری المکی (ف 120ھ)
 3. ابو عمرو: ابو عمرو بن العلاء بن عمار الخزاعی البصری (ف 254ھ)
 4. عاصم کوفی: ابو بکر عاصم بن ابی النجود الاسدی الکوفی (ف 128ھ)
 5. حمزہ: ابو عمارہ حمزہ بن حبیب الزیاتی التیمی (ف 156ھ)
 6. کسائی: ابو الحسن علی بن حمزہ النخوی مولیٰ بنی اسد (ف 189ھ)
 7. ابن عامر: ابو عمران عبد اللہ بن عامر الیحصبی الیمینی (ف 118ھ)
- جس قاری کے شاگرد جہاں پہنچے، وہاں ان کی قرأت کا اسلوب رائج ہوا۔ پاک و ہند میں بہ روایت حفص (ف 190ھ) حضرت عاصم (ف 128ھ) کی قرأت عام ہوئی اور یہی اب ہمارے سامنے ہے۔

اسانید:

شروع میں ”قرآن و حدیث“ کی بہ قاعدہ روایت اور حکایت کے لئے بہ قاعدہ سند کی ضرورت تھی جب یہ مدون ہو گئے۔ رجال اسانید سامنے آ گئے۔ اختراع اور وضع کا خطرہ جاتا رہا تو اب سند ضروری نہ رہی، ہاں مناسب ضرور سمجھی گئی البتہ ”مؤلفین کی کتب“ کے حوالے کی پابندی پھر بھی باقاعدہ لازمی رہی۔ چونکہ اسناد امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ و سلام کے خصائص میں شمار ہوتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ تاقیامت اس کا جو سلسلہ جاری ہے۔ اس کے پس پردہ کچھ قدرتی عوام بھی ضرور کار فرما ہیں:

راقم الحروف کی اسانید:

جن صاحب الاسانید اساتذہ سے راقم الحروف نے قرآن و حدیث کی اسانید حاصل کیں، وہ تین ہیں۔ دو سے تو کچھ قراءۃ، کچھ سماعاً اور کچھ اجازۃً حاصل ہوئیں اور ایک سے صرف ”اجازۃً“ مگر اس کا سلسلہ پہلے دو سے کافی وسیع ہے اور قرآن و حدیث کے علاوہ تقریباً تقریباً دوسرے تمام متداول علوم عربیہ کی کتب کی اسانید بھی کچھ اس کے دائرہ میں آ گئی ہیں۔ پہلے دو بزرگوں کے نام یہ ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت مولانا عبد التواب:

حضرت مولانا عبد التواب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے ”ولی اور محدث“ تھے۔ شیخ العرب والعجم حضرت سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مسند احمد بن حنبل کے مرتب شیخ احمد بن عبد الرحمن البناء المعروف بالساعاتی (من قطان مصر القاہرہ) کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ہم نے آپ سے سنن دارمی، جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد کے کچھ حصے سبقاً پڑھے اور بقیہ کتب احادیث اور مرویات کی انہوں نے اجازت مرحمت فرمائی۔ (قال اجزئہ بالاجازۃ الخاصۃ والعامۃ)

حضرت الشیخ احمد اللہ دہلوی:

راقم الحروف کے دوسرے شیخ، شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ابن الحاج القاری امیر اللہ ہیں۔ 1359ھ میں صحیحین پوری۔ موطا مالک مکمل، سنن اربعہ کی کچھ حدیثیں اور بیضاوی شریف تا مقام درس پڑھیں۔ یہ میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ آپ نے ان ایام میں جامع ترمذی کی تدریس میرے سپرد فرمائی تھی اور بعض فتاویٰ بھی مجھ سے لکھوائے تھے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک (وما قلت هذا الا تحداً بنعمة الله)

آپ، حدیث شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت الشیخ حسین بن محسن الانصاری الخزاعی سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے بھی مجھے اجازۃ خاصہ وعامہ سے نوازا (انی قد اجزت الطالب المذكور کما اخذت قرأۃ وسماعاً اجازۃ عن مشائخ اجلاء اعلام)

حضرة الشیخ الطباخ الحلبي:

حضرت شیخ محمد راغب طباخ بن الحافظ محمود بن البہاشم الطباخ الحلبي رحمۃ اللہ علیہ راقم الحروف کے تیسرے شیخ اور بزرگ ہیں جن سے مجھے ”اجازہ“ کے اصول کے پر قرآن و حدیث کے علاوہ دوسرے بیشتر علوم و فنون کی کتابوں اور ان کے مؤلفین تک کی اسانید اور مرویات کی اجازۃ عامہ حاصل ہوئی۔ اس اجازہ میں راقم الحروف اور حضرت مولانا عبد التواب رحمۃ اللہ علیہ دونوں استاذ شریک ہیں۔ قصہ یوں ہوا کہ حضرت طباخ کی کتاب ”الانوار الجلید فی مختصر الاثبات الحلبيہ“ نظر سے گزری تو مؤلف کتاب کی اسانید کی وسعت اور ہمہ گیری سے بہت متاثر ہوا۔ حضرت مولانا عبد التواب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے خصوصی روابط تھے، ان کی معرفت ان سے اجازت طلب کی تو حضرت مولانا عبد التواب رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر انہوں نے ہم دونوں کو اجازۃ عامہ سے نوازا۔ ہفت روزہ الاعتصام کے مدیر مولانا بھوجیانی نے مولانا عبد التواب رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ کے تذکرہ میں حضرت طباخ حلبي کا جو ذکر فرمایا ہے وہ صرف میری اسی روایت پر مبنی ہے۔

قرآن حمید کی سند جو حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی روایت پر مبنی ہے اس کا اہم ذریعہ بھی حضرت الطباخ کی اسانید ہیں۔ میری سندیوں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سندِ قرآن:

اجازۃً: مجھے شیخ محمد راغب طباخ حلبی سے وہ اپنے شیخ کامل الموقوف حلبی سے وہ اپنے والد احمد الموقوف سے۔ وہ عبد الرحمن الموقوف حلبی سے، وہ عبد اللہ موفق الدین سے وہ شیخ عبد الرحمن دمشقی سے، وہ شیخ محمد بصیر سے، وہ شیخ مصطفیٰ الشہیر بالعم سے وہ شیخ محمد بقری سے۔۔۔ وہ شیخ علی شبر المسی اور شیخ سلطان المزاحی سے، ونوں شیخ عبد الرحمن یمنی سے، وہ اپنے والد شیخ یمنی وار شیخ شہاب الدین احمد سنباطی سے۔

شیخ شحاذہ الیمینی شیخ طبلاوی سے وہ شیخ الاسلام القاضی زکریا الانصاری سے وہ شیخ عثمان الزبیدی سے وہ ابو الخیر جزری سے وہ عبد الرحمن بغدادی سے وہ شیخ ابن الصانع سے وہ علی بن شجاع صہر الشاطبی سے وہ ابو القاسم بن فیرہ بن خلف الرعینی الشاطبی سے وہ علی بن ہذیل سے وہ ابو داؤد سلیمان اموی سے وہ سیدنا ابو عمرو والدانی صاحب التیسیر (ف ۴۴۴ھ) سے وہ اپنی مخصوص اسانید کے ذریعہ قراء سبعہ سے، قاری عاصم والی سند یوں ذکر کی:

ہم سے ابو الحسن طاہر بن غلبون نے، ان سے ابو الحسن البہاشی القریری (ناہینا) مقری نے، ان سے ابو العباس احمد بن سہیل الاشانی نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں میں نے ابو عبید بن الصباح سے قرآن پڑھا، انہوں نے حفص سے، انہوں نے عاصم سے پڑھا۔ حضرت عاصم نے حضرت ابو عبد الرحمن السلی اور حضرت ابو مریم زہر بن حبیش سے پڑھا۔

حضرت سلمیٰ فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے پڑھا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا۔

حضرت زہر بن حبیش فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان اور حضرت ابن مسعودؓ سے پڑھا۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے اخذ کیا۔“ (ملخصاً) ملاحظہ ہو۔ ”الانوار الجلیہ فی مختصر الاثبات الجلیہ“

”وهذه بعض الاسانيد التي ادت اليها هذه الروايات رواية وتلاوة (كتاب التيسير ص 15)

یہ وہ کچھ سندیں ہیں جو ان روایات (مذکورہ فی الکتاب) نے ہم تک پہنچائی ہیں روایت اور تلاوت کے طریقے پر۔ آج کل ان اسانید کی طرف توجہ نہیں دی جاتی لیکن یہ ”سنت اسلاف“ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس ’سلسلۃ الذہب‘ سے منسلک ہو جانے کی وجہ سے ہماری بھی مغفرت ہو جائے۔ **اقول قولی هذا كما قال عمر بن الخطاب:**

ارجو ان اكون معهم بحبي اياهم وان لم اعمل بمثل اعمالهم (بخاری)

استفادہ:

تفسیر و تعبیر کے سلسلہ میں ہم نے ممکن حد تک بلا امتیاز مسلک و ملت اور بلا امتیاز فن و کتب، سب سے استفادہ اور کسب فیض کیا ہے لیکن اس کی حیثیت زیادہ تر حاصل مطالعہ کی ہے۔ مجموعی مطالعہ سے جو ایک ”ذہن“ بنتا ہے اس سے زیادہ کام لیا ہے۔

اس سلسلہ میں گو بہت سی باتیں اکابر سے بعینہ بھی آگئی ہوں گی بلکہ اس سے احتراز کسی کے لئے ممکن بھی نہیں، تاہم نقلی غرض کم ہے۔ غرض یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے کہ گو ہم سب کچھ گھر سے نہیں لائے اور نہ کوئی لاسکتا ہے بلکہ سبھی کچھ انہی کا ہے تاہم معینہ فرد، کتاب یا مسلک کی ترجمانی کم ملحوظ رہی ہے بلکہ قرآن حکیم کو آزاد رکھا ہے، کیونکہ لوگ پابند ہیں، قرآن کسی کا پابند نہیں ہے۔ اس لئے کوشش کی ہے کہ اس کو ”اسلاف“ کی طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس سے پرہیز کیا جائے کہ متداول طبقاتی ماحول کے مطابق وہ کسی کا ”چاوش“ بھی دکھائی دے۔ جزوی توافق تو ممکن ہے لیکن پورا مجموعہ کسی ایک کی ”چھاپ“ بن کر رہ جائے؟ اس ”چاکری“ سے قرآن حکیم کو بالاتر رکھنے کی سعی و کوشش کی جائے گی۔ انشاء اللہ۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب، فہو جی**

تلخیص:

ہر رکوع کے آخر میں ”صورت و معنی“ کے عنوان سے متعلقہ رکوع کی تلخیص پیش کی جائے گی جن کو احکام و مسائل سے زیادہ ”تذکیر“ کہہ سکتے ہیں۔

اپنی اس ”تفسیر و تعبیر“ کے سلسلہ میں تفسیر و تعبیر کی حد تک گو ہم خود پوری طرح مطمئن ہیں تاہم ہمیں اپنی تعبیر پر اصرار بھی نہیں ہے۔ مجھے اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا بھی شدید احساس ہے۔ اس لئے غلطی اور لغزش کو کبھی بھی خارج از امکان تصور نہیں کیا۔ ہاں نیت کی حد تک ”فتور“ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں کیونکہ یہ کام اک عظیم عبادت ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ میری مدد فرمائے کہ یہ ضائع نہ ہو۔ آمین

خلیفہ بلا ضل اور وصی رسول اللہ نسل اور شخصیت پرستی کا غیر شعوری چرکا سانپ نکل گیا، لکیر پیٹا کر

مولانا عزیز بیدی وار برٹن

شیعہ حضرات کے رسالہ ماہنامہ ”معارف اسلام“ لاہور کا تازہ شمارہ ”علی و فاطمہ نمبر“ ہمارے سامنے ہے۔ اس فرقہ کی دوسری نگارشات اور موکلفات کی طرح اس خصوصی نمبر کے مطالعہ سے بھی ایک قاری کو جو عام تاثر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ:

ان حضرات کی دعوت

1. کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی بجائے حضرت علیؑ اور آپ کی آل کی طرف ہے۔

اور ان کے دین و شریعت کا ماخذ اور مرجع

2. سنت رسول اور اللہ کی کتاب نہیں ہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی اور آل اطہار ہے اس پرچہ میں ص 3-4 پر اس امر کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ:

”سنت رسول کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ علی اور فاطمہ کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھئے۔“ (معارف اسلام نومبر و دسمبر کا مشترکہ علی و فاطمہ نمبر)

اور ہر دور میں ان کا سیاسی رہنما۔

3. حضرت علیؑ اور آل اطہار ہے اور کوئی نہیں۔ اس لئے ان کے علاوہ اور جتنے ہیں، یہ لوگ ان کو صحیح جذبہ وفاداری کے بجائے صرف ”تقیہ“ کے ذریعے بہلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً جب کبھی کسی مسلمان حکومت پر کوئی مصیبت آتی ہے ان کو اس کا کوئی خاص صدمہ نہیں ہوا۔

اگر آپ بغداد میں چنگیزیوں کی یورش اور فتنوں کی تاریخ کے مطالعے کی کوشش کریں گے تو معاملہ آپ کو اس سے بھی زیادہ حوصلہ شکن نظر آئے گا۔

اس کے علاوہ آپ کو یہ بھی محسوس ہو گا کہ ان کے اختلاف کا محرک اور باعث۔

4. کوئی ایسا امر بھی نہیں ہے کہ اس کو اگر اب تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کی کسی طرح کوئی تلافی ہو جائے۔ بس یہ ایک فرضی نعرہ، بے وقت آواز اور بے محل رسہ کشی ہے جو صرف اس مثل کے مصداق ہے کہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”سانپ نکل گیا کیر پیٹا کر۔“

اب یہ لوگ اپنا اور ہمارا قیمتی وقت بھی ضائع کر رہے ہیں اور ان کی وجہ سے ملی قوت کا بے جا اسراف اور قومی اتحاد کا بے تحاشا ضیاع بھی ہو رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دین حنیف میں ان عناصرِ اربعہ کی پوزیشن:

اب اگر کوئی صاحبِ دماغ کسی تفصیلی تبصرہ کے بغیر بھی ان چاروں امور کے صرف عنوانوں پر ہی ایک اچھٹی ہوئی نگاہ ڈال لے تو بتائیے! اس کی نگاہ میں ایسے مسلک کی آبرہ کیا رہے گی جس کی عمارت مندرجہ بالا اربعہ عناصر کی بنیاد پر ہے یا اس دین حنیف سے اسے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟

(الف) جس کی دعوت شخصیتوں کی طرف نہیں، اصولِ حقہ کی طرف ہے۔

(ب) یا جس میں دین و شریعت کا ماخذ کوئی فرد ذاتی حیثیت میں یا کوئی خاندان نسلی حیثیت میں نہیں ہے بلکہ صرف وحی الہی ہے۔ یہاں تک کہ اس دین کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مبارک بھی اس حیثیت سے مطاع اور پیشوا نہیں ہے کہ آپ قریش خاندان کے ایک فرزند ارجمند اور محمد بن عبد اللہ ہیں بلکہ صرف اس لئے ہمارے مطاع اور مقتدا ہیں کہ آپ ﷺ ”محمد رسول اللہ ﷺ“ ہیں۔ یعنی سرکاری منصب اور عہدہ کی بناء پر آپ ہماری توجہات کا مرکز ہیں ورنہ یہ ذاتِ گرامی نزولِ وحی سے پہلے چالیس سال کی عمر تک پہلے بھی تو ہم میں موجود ہی تھی۔

(ج) اسی طرح اس دین حنیف سے انہیں کیا نسبت ہو سکتی ہے جس میں نبوت کے لئے انتخاب کی ذمہ داری صرف خدا کا حق تصور کیا گیا ہے۔ لیکن سیاسی پیشوائی اور نیابت یا خلافت کا ماملہ امت پر چھوڑ دیا گیا، کیونکہ اس کا تعلق براہِ راست بندوں سے متعلق ہے۔ اس کی نشاندہی کے لئے وحی نے اپنی کوئی ذمہ داری نہیں لی۔ اس لئے پوری آزادی اور دیانداری کے ساتھ جس کو لوگ ملک و ملت اور دین اسلام کے مستقبل، مفاد اور استحکام و ترقی کے لئے مفید سمجھ کر انتخاب کر لیں گے، وہی برحق ہو گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ممکن ہو گا جب پہلے سے یہ نیابت یا خلافت کسی فرد یا خاندان کے نام الاٹ نہ کی جا چکی ہو اور نہ یہ کسی فرد اور گروہ کی میراث اور جاگیر سمجھی گئی ہو۔ ورنہ انتخاب کے معنی ہی فضول ہیں۔ اور یہ اصول واقعی صحیح بھی ہے اور برحق بھی کیونکہ جس نے انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ قسام ازل نے ’اہلیت اور صالحیت‘ کسی فرد اور خاندان کی میراث نہیں بنائی۔ آج یہ سرفراز ہوتی ہے توکل دوسری کوئی قوم سر بلند ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ لیل و نہار نے یہ نظارے بھی دیکھے ہیں کہ حرمِ فراعنہ کو تو حق سے ہم کنار کر دیا گیا ہے اور خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ یا سر پرست کو طاعنوت کے آسمان پر جبہ سائی کے ذریعہ ذلیل اور رسوا کر ڈالا ہے۔ خدا کی قسم اس تقسیم کے پیمانے اس کے اپنے پاس ہیں، ہم اور آپ کیا جانیں کہ کون کس چیز کے قابل ہے۔

اب ان حالات میں کوئی ائمہ معصومین کی گرہ لگا کر خلافت کی گراں باریوں سے کیسے عہدہ بر آہو سکتا ہے اور یہ ہمارا روز و شب کا مشاہدہ ہے کہ نیک سے بد اور بد سے نیک پیدا ہو رہے ہیں، اہل سے نااہل اور نااہلوں سے اہل جنم لے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ از خود کسی فرد واحد یا خاندان کے نام سے اس کی الاٹ منٹ کا فیصلہ کوئی فطری اور دانش مندانہ فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(د) اسی طرح اس دین حنیف میں ان لوگوں کی کیا کھپت ہو سکتی ہے جس میں اس سے بڑھ کر اور کوئی نادانی نہیں تصور کی گئی کہ: انسان حقائق اور درپیش مسائل کو چھوڑ کر کسی ایسے فرضی نعرہ اور لاحق حاصل منصوبہ کے نام پر امت کے اندر انتشار و افتراق کا ایک غیر مختتم سلسلہ جاری کر ڈالے جس کو اگر اب تسلیم بھی کر لیا جائے تو نتیجہ کوئی بھی برآمد نہ ہو۔ خلافت جس ترتیب سے انجام پاگئی ہے وہ ترتیب تو اب ٹوٹ نہیں سکتی جو پہلے منتخب ہوئے وہ بعد میں نہیں چلے جائیں گے اور جو بعد میں آئے ہیں، وہ پہلے نہیں آجائیں گے تو آخر ایک ایسے لاحق حاصل مشغلہ میں امت کی توجہ، محنت و وقت اور قوتیں کیوں ضائع کی جائیں۔

اگر یہ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کے وصی کا مسئلہ ضرور طے ہو جائے تاکہ پھر امت سے غلطی نہ ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ یہ لوگ ”ختم نبوت“ کے قائل نہیں ہیں اور غالباً اس کا ان کو انکار ہے۔ اس لئے وصی کوئی تھا یا نہیں تھا۔ اب بہر حال آپ کے فرض کر لینے سے تو وہاں کوئی تبدیلی ہونے سے رہی۔ لہذا بہتر ہے کہ اپنی فکری اور عملی قوتوں کے استعمال کے لئے کوئی دوسرا میدان تجویز کریں جس کا کوئی ٹھوس نتیجہ بھی برآمد ہو۔

ائمہ معصومین کا چکر:

جن لوگوں نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں برسر اقتدار فرد کے لئے ”ظل اللہ“ یا ”امام معصوم“ کے نعرے ابجاد کیے ہیں۔ انہوں نے امت کی آنکھوں سے نور اور دماغ سے شعور چھیننے کی کوشش کی ہے۔ جمہوری اقتدار کو غارت کیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جرأت مندانہ صلاحیتوں کو تباہ کیا ہے۔ رائے اور تدبیر کی آزادی پر قدغن عائد کی اور ان سے اختلاف رائے کو مقام کافری سے ہم کنار کیا ہے۔ کیا یہ بھی کوئی دانشمند یا نیکی کام کام ہے۔

دین اسلام میں بندوں میں ”مقام عصمت“ صرف انبیاء کے لئے مخصوص ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ میکا کی طرز کے بنے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان سے لغزش کا صدور ممکن نہیں ہوتا بلکہ محض اس لئے کہ وحی الہی ہر وقت ان کی رفیق حال رہتی ہے۔ ذرہ بھر ڈگمگاتے نہیں کہ وحی الہی آگے بڑھ کر ان کو تھام لیتی ہے۔ ورنہ جو انسان وحی الہی سے ہم کنار نہیں ہے۔ وہ گویا بذات خود پیغمبر ہی کیوں نہ ہو، لغزش سہو و نسیان اور خطا سے قطعی طور پر محفوظ نہیں رہتا۔ جب اس سٹیج پر پیغمبر کا یہ حال ہے تو غیر نبی کی جو پوزیشن ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ دراصل دنیا بعض انسانوں کے ذاتی فضل و تقدس یا وحی سے سرفراز ہونے کی بنا پر ان کو خصائص انسانی اور سرشت آدمیت سے بالکل بالاتر لے جاتی ہے۔ ان کے لئے وہ یہ تو تسلیم کر لیتی ہے کہ اسے سونا بھی چاہئے اور کھانا پینا بھی۔ سردی و گرمی کا احساس بھی ان کو ہو سکتا ہے اور غمی و خوشی سے بھی ہم کنار ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کی سمجھ سے یہ چیز بالاتر ہے کہ ان سے بھول اور غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ چیز انہیں سمجھ میں آجائے تو وہ ”ائمہ معصومین“ کی فرضی تخلیق کے سودا سے آزاد ہو جائیں۔ اور انسانوں کو انسان کے ہی رتبے میں رہنے دیں اور ان میں ”وحی کی توانائیوں اور خدائی خصائص کی جھلکیوں“ کا جو سراپ نظر آتا ہے وہ ان مدعیوں پر بے نقاب ہو جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شخصیت پرستی کا وہی پرانا روگ:

اوٹان اور اصنام کی تاریخ کا ایک طالب علم اچھی طرح جانتا ہے کہ شخصیت پرستی کے جذبہ نے ہی انسان کو بتوں کے گھڑنے کا حوصلہ بخشا تھا۔ اور یہ ایک عجمی ذہنیت اور بت پرستانہ سرشت ہے کہ جس خاندان میں کوئی ایک آدمی فرد ”فضل و تقدس“ کا مظہر بن جاتا ہے۔ بعد میں آنے والی اس کی ساری نسل کے لئے فضل و تقدس کا یہ استحقاق پیدا نہی حق تصور کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ وحی نے صلحاء اور انبیاء کی تاریخ کے ہر موڑ پر اس قسم کے سنگ و میل اور نشان لگائے ہیں کہ اگر انسان ان کا بنظر غور مطالعہ کرے تو وہ شخصیت پرستی کے چرکوں اور فتنوں سے بچ جائے۔ حضرت آدمؑ کی آغوش میں ”قابیل“، حضرت نوحؑ کے گھر میں ”پسر نوح“، حضرت ”لوطؑ“ کے گھر میں ”کافر بیوی“ حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سامری، حضرت خلیل اللہؑ کے خانوادہ میں آزر، محمد رسول اللہ ﷺ و علیؑ جمیع الانبیاء کے کنبہ میں ابو جہل، ابوطالب اور ابولہب کے ”مینار نامرادی“ نصب کیے تاکہ دنیا مقررین الہ کی بے چارگی اور خدا کی بے نیازی کا اندازہ کر لے مگر ان سے درس عبرت وہی رو حیں لے سکتی ہیں جو نتائج کے اخذ کرنے کا سلیقہ رکھتی ہیں اور جنہوں نے سبھی کچھ اسی دنیا کو نہیں سمجھ لیا ہے۔

خاندان نبوت کے سلسلہ میں شیعہ حضرات کا یہ غلو، آل اطہار کے بارے میں ان کا یہ افراط، حضرت علیؑ اور ائمہ معصومین کے متعلق ان کی یہ مسرفانہ عقیدت دراصل اسی عہد کہن کی صدائے بازگشت ہے مگر ان کو اس کا ہوش نہیں ہے۔ بہر حال حق پر بعض افراد اور خاندانوں کی اجارہ داری اور کسی کو پسند ہو تو ہو اسلام کو پسند نہیں ہے اور نہ کوئی باہوش آدمی اس کو قبول کر سکتا ہے۔

خلفاء راشدین کی خلافت کو برحق اور خود خلفاء کو با خدا ماننے کے باوجود ہم نہ ان کو معصوم تصور کرتے ہیں اور نہ کسی کے تمام افکار اور اعمال کو غلطیوں سے منزہ اور پاک مانتے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ سبھی اللہ والے تھے، دیاندار اور دانش مند بزرگ تھے لیکن بہر حال انسان تھے۔ گو ان میں صدیق بھی تھے اور ملہم اور محدث بھی تاہم وہ بدرجہا پیغمبرانہ عصمتوں سے درے تھے۔ اگر امت اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے منتخب کر لیتی تو ہم اسے ہی حق سمجھتے اور ان سابقوں الاولوں سے الچنے کو اپنے لیے بد بختی اور کور ذوق تصور کرتے اور اگر اس نے حضرت علیؑ کے بجائے دوسری بزرگ ہستیوں کو اس کے لئے انتخاب کر لیا تو ہم اسے ہی حق تصور کرتے ہیں۔ اور یہی اصول حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے رکھا تھا اور اسے ہی برحق قرار دیا تھا۔ تفصیل آگے آئے گی۔ (نچ البلاغہ۔ جلد ۴ ص ۸)

کیونکہ اس سے کسی فرد کی ”جاہ طلبی اور اقتدار پرستی“ کی پیاس بجھانا مقصود نہیں ہے، خدمت دین منظور ہے۔ سو وقت کے اہل الرائے جس کو دیاننداری کے ساتھ اپنا رہنما اور دین کا خادم پسند کر لیتے ہیں اسے ہی ہم صحیح اور برحق سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور جتنے طریقے ہیں وہ افراط اور تفریط سے محفوظ نہیں ہیں۔

حضرت علیؑ کے لئے وصیت، حضور ﷺ کے لئے سامانِ تہمت ہے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آل رسول کے لئے زکوٰۃ کو حرام قرار دیا تھا تاکہ آپ پر یہ الزام نہ آئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (العیاذ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باللہ) اپنے خاندان کے لئے نبوت کا کاروبار کیا ہے۔ اسی طرح اگر پیغمبر خدا ﷺ حضرت علیؑ یا کسی اور خانوادہ نبوت کے لئے خلافت کی وصیت فرماتے تو دنیا کو بدگمانی کا یہ بجا موقع مل جاتا کہ حضور نے نبوت کا یہ سارا ڈھونگ (العیاذ باللہ) اپنے خاندان کے اقتدار کے لئے رچایا تھا۔ حالانکہ آپ ﷺ کی ذات گرامی ان تمام الزامات اور دھبوں سے منزہ اور پاک ہے ﷺ۔

حکمتِ الہی کام کر گئی:

واقعہ قرطاس ایک مشہور واقعہ ہے۔ کاغذ، قلم، دوات کے مطالبہ پر جو شور و غل ہوا۔ اس پر ہزاروں نے افسوس کیا۔ کسی نے اس کی ”عدم تعمیل“ کے جوابات تیار کئے۔ شیعوں کے خوش فہم طبقہ نے اپنی جگہ پر اس کے یہ معنی قرار دیئے کہ ”حضور حضرت علیؑ کے لئے وصیت لکھنا چاہتے تھے“ اور سنیوں نے یہ اعلان کیا کہ ”دراصل آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے لئے تحریر فرمانا چاہتے تھے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ لیکن ہمارے نزدیک ان میں سے ایک پہلو بھی قطعی نہیں ہے۔ سب باتیں رجماً بالغیب کی حیثیت رکھتی ہیں یا استنباطات ہیں۔ اصلی اور سچی بات یہ ہے کہ:

اس سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بھی فیصلہ کرنا چاہتے تھے وہ حکمتِ الہی کو منظور نہ تھا اور بالکل اسی طرح اس موقع پر تنازع، جھگڑا اور شور برپا ہوا جس طرح ”شبِ قدر“ کی دریافت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش آیا تھا۔ حضور ﷺ سب قدر کی تعیین فرما دینا چاہتے تھے مگر یہ بات حکمتِ الہی کو منظور نہیں تھی۔ اس لئے غائب سے تنازع اور جھگڑے کا سامان کیا گیا اور وہ کامیاب رہا۔ اسی طرح یہاں پر بھی من جانب اللہ تنازع اور جھگڑا کھڑا ہوا تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کام کو ”امت کی صواب دید اور شورائیت“ پر چھوڑ دیں اور آخر یہی ہوا۔ اور حضرت فاروقِ اعظمؓ یا حضرت علیؑ (ادب المفرد کی روایت کے لحاظ سے) کی یہ عدم تعمیل کچھ شعوری نہیں معلوم ہوتی بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی انبی قوت کے ذریعے غیر شعوری طور پر ان سے ایسا سرزد ہو گیا۔ ورنہ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک حکم فرمائیں اور کوئی صحابہؓ لیت و لعل یا تعمیل سے گریز کرے۔ یہ صحابہؓ کی روایات، نفسیات اور عشق کے قطعاً خلاف ہے۔

اب جو چیز حکمتِ الہی کو منظور نہیں تھی، اس کے خلاف کسی گروہ کا اصرار، حکمتِ الہی کی تغلیط کے مترادف ہو گا۔ بہر حال ہمارے نزدیک امت کے کسی فرد کی خلافت کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی تلاش سعی لا حاصل ہے اور حکمتِ الہی کے اشارات اور تلمیحات کو نہ سمجھ سکے کا نتیجہ ہے۔ اب اس کے بعد جس کا جتنا جی چاہے اپنا وقت ضائع کرے۔

جو کچھ ہم نے اوپر کی سطور میں عرض کیا ہے اس کی تائید شیعہ حضرات کی کتب سے بھی ہوتی ہے چنانچہ فلک النجاة کے مصنف قرطاس والے واقعہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

و اما سکوتہ علیہ السلام بعد التنازع ما کان من عنده بل کان بوحی کما بین فی مقامہ فصار امر الکتابۃ منسوخاً بالوحی

اور پھر آنحضرت ﷺ کا سکوت فرمانا تنازع کے بعد بھی اپنی جانب سے نہ تھا بلکہ یہ بھی وحی سے تھا پس امر کتابت بوجہ رفع فساد، تاکہ جنگ اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ارتداد تک نوبت نہ پہنچے، بوجی الہی منسوخ ہوا۔²

نوٹ: یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اس کتاب پر شیعہ حضرات کے مندرجہ ذیل اکابر اور ائمہ نے بھی تقریظیں اور تائیدی نوٹ لکھے ہیں۔ گویا کہ یہ کتاب تمام شیعہ حضرات کی مصدقہ اور مستند ہے:

1. حضرت سید ابوالحسن الموسوی الاصفہانی النجفی المجتہد
2. حضرت مولانا محمد علی قتی مجتہد کربلائی معلی
3. رئیس الفقہاء اکملاء مولانا سید کلب مہدی مجتہد
4. حضرت سید علامہ محمد سبطین
5. حضرت حکیم سید محمد ممتاز حسین شاہ صاحب رضوی
6. صدر المفسرین علامہ سید علی الحائری
7. حضرت مولانا سید راحت حسین صاحب مجتہد گوالپوری
8. حضرت مولانا سید محمد صاحب بلوی

اس کے علاوہ حافظ ابن حجر کا قول (جو میری گزارشات کے مطابق ہے) نقل کر کے ”فلک النجاة“ کے مصنف نے ص 327 / 1 پر اس کی تائید بھی کی ہے۔ **فہو البقصد واللہ الحمد۔**

انا للہ وانا الیہ راجعون:

خلیفہ اور وصی کے سلسلہ میں جتنی روایات، نصوص اور حکایات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے اور شیعہ حضرات نے جن حکایات اور روایات کو ’معارف اسلام علی وفاطمہ نمبر‘ میں بنیاد بنا کر ذکر کیا ہے ان کو پڑھ کر ان لوگوں کی علمی کم مائیگی پر انتہائی رحم آتا ہے۔ اگر وہ لوگ کربلا کے سانحہ کے بجائے اپنی اس بے بضاعتی پر ماتم کیا کریں تو شاید بہتر رہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک صاحب بھی ایسے اہل علم نہیں ہیں جس کو روایات کے سلسلہ میں ان غیر ذمہ دار لوگوں کو غیر علمی دھاندلیوں پر غیرت آئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خلافت، علیؑ کی سیج نہیں:

ہمیں اس اشارہ میں یہ پڑھ کر سخت حیرت ہوئی کہ ان کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صرف وصی رسول نہیں کچھ اور بھی ہیں، مثلاً

1. یہ کہ حضرت علیؑ حضور کے سوا اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل بھی ہیں۔ (العیاذ باللہ) (ص 47.48)

² فلک النجاة فی الامامة والصلوة المعروف یہ غایۃ المرام فی معیار الامام عربی مع اردو ترجمہ جلد اول ص 333 مطبوعہ نوائے وقت پریس لاہور طبع دوم 3 جنوری 0391ء موکف، حافظ علی محمد صاحب، مترجم امیر الدین صاحب

2. یہ کلمۃ اللہ، یہ عین اللہ، یہ اذن اللہ، یہ نفس اللہ، یہ وجہ اللہ، یہ کرم اللہ، یہ مظہر اللہ، یہ نور اللہ، یہ نوری (ص 58)
3. ان کی زیارت نبیوں کی زیارت، ان کی زیارت عبادت، ان کا ذکر حضور پاک کا ذکر، ان کا ذکر اللہ کا ذکر (ص 58)
4. مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ - حضرت علی کی شان میں ہے۔ (ص 59)
5. سارے باغِ قلم بن جائیں۔ سمندر سیاہی بن جائیں۔ جن شمار کرنے والے اور انسان لکھنے والے پھر بھی حضرت علیؑ کے فضائل شمار نہیں کر سکیں گے۔ (ص 59)
6. شاید آپ اللہ ہیں (العیاذ باللہ) (ص 60)
7. شافعی مرگیا مگر نہ سمجھ سکا کہ علی اس کا رب ہے یا اللہ اس کا رب ہے (نقل کفر کفر نباشد) (ص 60)
8. حضور نے حضرت علی کو دس لاکھ علوم تعلیم فرمائے۔ (ص 63)
9. حضور اور حضرت علی کے پاک ناموں کی شفاعت سے
 - a. آدم صفی اللہ کی توبہ قبول ہوئی۔
 - b. نوح نجی اللہ کو عالمی طوفان سے نجات ملی۔
 - c. عیسیٰ روح اللہ کو سولی سے نجات ملی اور ملکوت میں جگہ ملی۔
 - d. ان کی برکت سے حضرت موسیٰ نے جنودِ فراعنہ پر فتح پائی۔
 - e. ان کے صدقے میں حضرت ابراہیم کی آگ گلزار ہوئی۔
 - f. ان کے طفیل حضرت ایوب کو شفا نصیب ہوئی۔
 - g. ان کی وجہ سے حضرت یعقوب کو چھڑا ہوا یوسف ملا۔ (ص 68)
10. دلی کی صدا تھی جہاں جہاں تھا علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا (ص 69)

اگر حضرت علیؑ کا یہی تعارف اور شان ہے جو ان حضرات نے ”معارف اسلام“ کے ذریعے پیش کیا ہے تو یقین کیجئے! اس ذاتِ گرامی کے لئے نیابتِ رسول اور خلافت کے مقام کی تلاش سب سے بڑی گھٹیا کوشش ہے۔ آپ کے لئے مقامِ عرش پر نیابتِ خدا چاہئے۔ کیونکہ دین اسلام میں تو محمد رسول اللہ ﷺ کا بھی یہ مقام نہیں ہے جو حضرت علیؑ کے لئے تشخیص کیا گیا ہے۔ پھر حضرت علیؑ حضور کے نائب اور خلیفہ یا وصی کیسے؟ اور اس کے لئے جھگڑا کیوں؟ حضرت علیؑ کے لئے تو اب مقام وہ تلاش کیجئے جہاں انسانیت کے بجائے الوہیت بر اجمان ہو۔ اس لئے ہمارا خیال ہے کہ اگر عقائد اور خیالات میں سچے اور سنجیدہ ہیں تو آپ کو ان صحابہ کرام کا شکوہ نہیں کرنا چاہئے، جنہوں نے ان کو انتخاب نہیں کیا تھا۔ کیونکہ بندوں کے لئے نیابتِ بندہ کی چاہئے۔ جو خدا ہوں یا خدا کی برادری سے تعلق رکھتے ہوں، ان کو وہ یہاں پر کیسے انتخاب کرتے؟ بہر حال شیعہ حضرات کے یہ نظریات دیکھ کر ہمیں اپنے بریلوی اور رضا خانی دوست یاد آگئے ہیں۔ سوچتا ہوں کہ شخصیت پرستی میں ان میں سے کون دوسرے سے بازی لے گیا ہے۔ شیعہ یا بریلوی؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موحد امت میں یہ بھی عجیب چیز ہیں۔ نظر بد دور یہ بھی کلمہ توحید کا ورد کرتے ہیں۔ خدا جانے کس منہ سے؟

کیا یہ بھی ان کے لئے کوئی قابل رشک مقام ہے؟

اگر بندہ بھی الوہیت کے خصائص میں الہ العالمین کا شریک اور سہیم ہے تو ہمیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء، اصفیاء اور اقیاء کو بندوں کی اصلاح اور تبلیغ کے لئے کیوں بھیجا۔ کیوں کہ دنیا پہلے بھی اسی قسم کے گھناؤنے عقائد، شرک و بدعت، کفریات اور توہمات سے اٹی پڑی تھی۔ آخر ان حضرات کو آکر بھی اگر یہی کرنا تھا تو یہ کام تو ان بزرگوں کی تشریف آوری سے پہلے بھی ہو رہے تھے۔

خدا تعالیٰ نے ان کو بھیجے کا تکلف کیوں کیا؟

کیا یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی قابل رشک مقام ہے کہ ان کو انسانیت سے محروم کر کے خدا بنا ڈالیں، تو لے لگیں تو انہیں رسولوں سے بھی اونچالے جائیں۔ کام کا موقعہ آئے وان کے لئے خواجگی اور شہزادگی کے سوا اور کوئی کام پسند نہ آئے اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کی جرأت مندانہ گھڑیاں پیش آجائیں تو ان کو ”تقیہ“ جیسی بزدلانہ دیوار کے پیچھے لا کر دکھایا جائے، مقام عزیمت کی تفسیر کا کوئی عملی مرحلہ آئے تو معذرتوں کی اوٹ میں چلے جائیں، شجاعت اور بہادری کی داستانیں سنانے کھڑے ہوں و مرحب و عنتر کے معرکوں، خیبر و حنین کی جنگوں کے سب سے بڑے فاتح نظر آئیں، غیروں کی توپوں سے لڑ جائیں، ان کے قلعوں کو مسمار کر ڈالیں اور ٹوٹی ہوئی تلوار کے ذریعے دشمنوں کی صفوں کو تہہ و بالا کر دیں لیکن گھر میں ان کی یہ حالت دکھائی جائے کہ۔

اس کو حضور نے خلافت کی وصیت کی مگر یار دوست ان سے پوچھے بغیر آگے بڑھ کر خلافت پر قبضہ کر لیں تو سرکار بہادر گھر کی چار دیواری میں مہینوں دیکے بیٹھے رہیں اور بات کہنے کی اور رسول کی وصیت کے اجراء اور نفاذ کے لئے ان کی ساری ہمتیں جواب دے جائیں۔ باغ فدک کا سوال پیدا ہو تو لب تک نہ ہل سکیں اور یہ ساری باتیں صرف ”تقیہ“ کے چورن کے ذریعے ہضم اور گوارا ہتی رہیں۔ اف ان نادان دوستوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس مقام پر لا کھڑا کر دیا ہے۔

ہمارا علیؑ:

بخدا ہمارا علیؑ ان کے علیؑ سے بہت مختلف ہے۔ وہ بے باک مجاہد، نڈر سپاہی اور لومۃ لائم کے خوف سے بے نیاز اور انتہائی شجاع اور بہادر ہے۔ اس لئے انہوں نے یہ اعلان کیا تھا:

والذی خلق الحبۃ وبرئ النسبۃ لو عهد الی رسول اللہ ﷺ عہا لجاہدت علیہ ولم انزل ابن ابی قحافۃ یرقی درجۃ واحدۃ من منبرہ

بخدا اگر حضور ﷺ نے مجھے (خلافت کے سلسلہ میں) کوئی وصیت کی ہوتی تو میں ڈٹ کر جہاد کرتا اور ابن ابی قحافہ (حضرت ابو بکرؓ) کی کیا مجال تھی کہ وہ منبر رسول کی ایک سیڑھی پر بھی قدم رکھ سکتے۔ (فضائل الصدیق للعشاری)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہمارا اس پر ایمان ہے کہ حضور ﷺ نے آپ کے لئے وصیت کی ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو کوئی چھیننے کی کوشش نہ کرتا۔ اگر کرتا تو حضرت علیؓ اس کو کبھی نہ چھوڑتے۔

حضرت علیؓ کا استدلال:

چنانچہ نبی البلاغہ میں حضرت علیؓ کی یہ تصریح بھی آئی ہے کہ:

”مہاجرین اور انصار کی شورائیہ جس کو انتخاب کر لے وہی برحق خلیفہ ہے۔ اگر کوئی اس کو نہ مانے تو اس کے ساتھ جنگ کریں، فان ابی

فقاتلوه علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین (نہج البلاغہ مصری تختی خور دجلد ۸ ص)

ایک دفعہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے عجیب پتے کی بات کہی، فرمایا:

كان خلیفة رسول الله ﷺ في الصلوة رضیة لديننا فرضینا لدنیانا

کہ نماز میں وہ حضور ﷺ کے خلیفہ اور نائب تھے۔ حضور ﷺ نے آپ کو ہمارے دین کی امامت کے لئے پسند فرمایا تو ہم نے ان کو اپنی دنیا کی امامت کے لئے پسند کر لیا۔

ومن کتاب له علیه السلام الى معاوية انه بايعني قوم الذين بايعوا ابا بكر وعمر و عثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يردوا انما الشورى للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل وسموه اما ما كان ذلك لله رضي فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الى ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین (نہج البلاغہ مصری تختی خور دجلد ۸ ص)

یعنی حضرت امیر معاویہؓ کو خط لکھتے ہوئے حضرت علیؓ نے لکھا کہ مجھ سے اس قوم نے بیعت کی جس نے حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی بیعت کی تھی اور اسی شرط پر کی تھی جس شرط پر ان کی کی تھی۔ اب نہ کسی حاضر کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی اور کو پسند کرے اور نہ کسی غائب کو اس کا اختیار ہے کہ وہ اسے رد کرے۔ اتھارٹی اور سند صرف مہاجرین اور انصار کی شورائیہ ہی ہے۔ اگر وہ کسی ایک شخص کی امامت پر متفق ہو کر اس کو امام بنالے تو اسی میں اللہ کی رضا ہوگی۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص اس کی اطاعت نہ کرے۔ یا اس پر اعتراض کرے تو اس کو اس کی اطاعت کے لئے مجبور کرو۔ اگر انکار کر دے تو اس کے ساتھ جنگ کرو۔ کیونکہ اس نے مومنوں کی راہ کے خلاف راہ اختیار کی۔

غور فرماؤ! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے سلسلہ میں دو اصول ذکر فرمائے ہیں:

1. ایک یہ کہ نماز جیسی دینی عظمت اور پیغمبرانہ منصب میں جو شخصیت حضور کی خلیفہ اور نائب ہوگی وہی سیاسی لحاظ سے خلیفہ اور امام بھی ہونی چاہئے اور یہ ہم سبھی جانتے ہیں کہ مرض الوفا میں حضور ﷺ نے نماز کی امامت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی تھی۔ مگر اس تلمیح کو وہ حضرات کیا سمجھیں، جنہوں نے اصولوں کے بجائے خاندانوں کے پیمانوں سے خلافت کی کھیر تقسیم کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

2. دوسرا یہ کہ مہاجرین اور انصار کی شورائیت ہی اس سلسلہ کی آخری سند ہے وہ جسے اپنی امارت کے لئے انتخاب کر لے، وہی حق ہو گا اور اس کے خلاف جو کرے اس کے خلاف جہاد کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسی ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ:

خلافت کسی کے لئے مخصوص نہیں تھی اور نہ کسی کے حق میں بطور وصیت الاٹ ہوئی تھی ورنہ شورائیت سے استناد کے کیا معنی؟ بہر حال حضرت علیؑ کے بیان کردہ اصول کے مطابق مہاجرین اور انصار کی شورائیت نے سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کا انتخاب کیا تھا۔ اس لئے ”خلیفہ بلا فصل“ حضرت ابو بکرؓ ہوئے، حضرت علیؑ نہ ہوئے۔ ہماری بات نہیں مانتے تو نہ مانئے لیکن حضرت علیؑ کے سامنے تو کم از کم دم نہ ماریئے کیونکہ ایمان اور عشق کے دعوے کی یہ شرط اولیں ہے۔ آگے آپ کی مرضی۔ اور اس سے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ ملت اسلامیہ کے جمہور کا اعتماد، ”خلیفہ“ کے انتخاب کے لئے بنیادی حیثیت رکھا ہے۔ اور وہ بلاشبہ حضرت ابو بکرؓ کو حاصل تھا۔ آپ کے انتخاب میں تمام مہاجرین و انصار نے حصہ لیا اور تقریباً ان کی امامت پر سب کا اجماع ہوا اور اگر ایک آدھ نے اختلاف کیا بھی تو محض ذاتی رنجش کی وجہ سے مگر اس کے باوجود ان میں سے کسی ایک نے بھی اس انتخاب کو چیلنج نہ کیا تھا۔ اس کا جواب خدا را ”تقیہ“ کی آڑ میں نہ دیں اور لگی لپٹی بغیر کہیں۔ خدا کوئی کسی کا نہیں۔

بایں دعویٰ، حضرت علیؑ کو فاش کر دیا:

یہ کتنی بد نصیبی ہے کہ یہ اہل بیت کے نادان دوست جس ذات گرامی کی عظمتوں اور رفعتوں کی وکالت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں وہی اس کو اپنے دور کے لحاظ سے ”غیر منقول شخصیت“ ثابت کر رہے ہیں۔ یہ تو یہ حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصارین اور انصار نے حضرت علیؑ کو منتخب نہیں کیا تھا بلکہ اس کا وہاں پر کوئی مذکور بھی نہیں تھا۔ اگر اسے ”ہلے گلے“ کی بات بھی بنالی جائے تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں بھی کسی نے ان کا نام نہیں لیا تھا۔ اگر یہ ثابت بھی کر دیا جائے کہ فلاں نے نام لیا تھا تو یہ ہر گز ہر گز ثابت نہیں کیا جاسکے گا کہ جمہور صحابہؓ نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تھی یا کم از کم حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے انتخاب کے موقع پر کسی نے حضرت علیؑ کا نام لیا ہو یا اس کے بعد چھ (۶) ناموں کی فہرست میں سے حضرت علیؑ نے اکثریت کا اعتماد حاصل کیا ہو۔ اگر نہیں حاصل کیا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس وقت دوسرے اکابر صحابہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنے مقبول نہیں تھے، جتنے دوسرے تھے۔ یہ قوم کے اعتماد کی بات ہے۔ آپ اور میرے جذبات اور عقیدت مند یوں کی بات نہیں ہے۔ دیکھا یہ ہے کہ اپنے بھائیوں میں سے کون سے بھائی کو جمہور کا اعتماد حاصل ہے اور وہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ اب کسی سے کوئی کیا کہے۔ بہر حال شیعہ حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کو زیر بحث لا کر ان کی نیک نامی میں اضافہ نہیں کیا، بلکہ متوقع مقام سے نیچے گرانے کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے تاثر اور عقیدت مندی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

سیاسی سے زیادہ آپ اہل علم تھے:

ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہؓ کے نزدیک اس وقت کے اکابر صحابہ کی بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ بلکہ آپ کے خاندان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سارے حضرات اتنے سیاستدان نہیں تھے جتنے وہ اہل علم تھے۔ ”کل فن رجال“۔ ہر جج اور اہل علم، ضروری نہیں کہ وہ بڑا سیاستدان بھی ہو۔ ہم نے بعض ایسے جج بھی دیکھے ہیں جو ریٹائر ہونے کے بعد، جس قدر وہ عدالتِ عالیہ کے منصب پر کامیاب رہے ہیں، سیاست کے میدان میں اتنے کامیاب ثابت نہیں ہوئے۔ بلکہ قلم دان چھوڑتے ہی ان کی بنی ہے۔ ہمارے نزدیک نہ یہ عیب کی بات ہے اور نہ طعن کی، بلکہ صلاحیتوں کے مختلف پیمانوں کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ”علم و قضا“ کے باب میں بہت اونچے مقام پر تھے۔ بلکہ آپ اونچے قسم کے ادیب اور انشا پرداز بھی تھے اور ایسے لوگ عموماً سیاسی کم ہوا کرتے ہیں۔ گونا گونہ ممکن نہیں تاہم کم یاب ضرور ہیں۔ ان باتوں کو تولنے کے لئے عقیدت کی ترازو بہت کمزور ہوتی ہے بلکہ اس کے قاضی ٹھوس حالات اور واقعات ہوتے ہیں اس لئے اگر ہر خلیفہ کے دور میں اقتدار کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو آسانی سے پتہ چل جائے گا کہ کون سیاسی باب میں کامیاب رہا ہے اور کون نہیں کامیاب رہا۔ میری عقیدت کتنی دہائیاں دے، کتنے واسطے دے، کتنی چلائے، کتنی تڑپے اور کتنی ہی اس کی نزاکتوں پر بنے۔ بہر حال واقعات کی بے رحم گردش اپنے کانٹے اور راستے بدل کر چلنا نہیں جانتی، سیدھی چلتی ہے۔ پوری رفتار کے ساتھ چلتی ہے۔ جتنے پر دے ہوتے ہیں ان کو چاک کرتے ہوئے بڑھتی رہتی ہے۔ جتنی دہائیاں اور فریادیں ہوتی ہیں۔ ان سے بہری، گونگی اور اندھی ہو کر دوڑتی ہے جو اس کا راستہ روکتا ہے وہ اس کو روند کر گزر جاتی ہے۔ اور یہ سبھی کچھ اس کا فطری انداز ہوتا ہے، عادلانہ ہوتا ہے، غیر ظالمانہ ہوتا ہے۔ واقعات کا یہ تصرہ اور کچا چٹھا سب سے زیادہ بے لوث مورخ ہوتا ہے۔ بے خطا نقاد اور توانا مناد ہوتا ہے۔ بے غبار آئینہ اور مصفا شیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے جو لوگ، کسی وجہ سے بھی، ان واقعات سے آنکھیں بند کر کے چلنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے نقوش کو چھپانے میں وقت کا اسراف ہی کریں گے۔ بہر حال حضرت علیؓ اور دوسرے خلفاء کے سیاسی دور کے حالات اور واقعات ہم سب کے سامنے ہیں۔ ان کا جائزہ لے کر دیکھ لیجئے کہ کون اس میں کامیاب رہا اور کون نہیں۔ کون بہتر سیاستدان تھا اور کون نہیں۔ مہاجرین اور انصار نے جن پر جس جس دور میں جو فیصلہ کیا اور جس کے بارے میں اعتماد اور اطمینان کا جو مظاہرہ کیا وہ کس قدر صحیح تھا یا کس قدر بے جا تھا؟ ہاں دور کی پُر آشوبی کا بہانہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت کی صفت نہیں تھی بلکہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد کی پُر آشوبی اور فتنہ سامانی اس سے کہیں زیادہ حوصلہ شکن، دردناک اور آنا فنانا تھی۔ حضرت علیؓ کو ایک وسیع و عریض مملکت پالی پوسی ملی، جتنی خرابی تھی اس وقت کفر و ایمان کی نہیں تھی انتظامی قسم کی تھی۔ غیروں سے نہیں اپنوں سے تھی۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ کے دور میں انتظامی خرابی بھی تھی اور کفر و ایمان کی بھی، اپنوں کی بھی تھی اور غیروں کی بھی، اندرونی بھی تھی اور بیرونی بھی۔ لیکن اس کے باوجود سب سے زیادہ کامیاب رہے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کو کہنا پڑا کہ

”آج جس مقامِ عزیمت کا مظاہرہ حضرت صدیق اکبرؓ نے کیا اگر میں ہوتا تو اس میں فیل ہو جاتا۔“

اس لئے دور کی پُر آشوبی کی آڑ بھی تھی جیسی آڑ ہے۔ سیاسیات کے ماہرین اور علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ خلافت کے لئے اہل علم کی بہ نسبت سیاسی مدبر زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ اگر دونوں کا اجتماع ہو جائے تو نوؤز علی نور ہوا۔ لیکن سیاسی تفوق سے عاری انسان کے لئے اس وقت تک خلافت کے دائرہ میں قدم رکھنے کے لئے کوئی گنجائش نہیں جب تک قوم میں اس سے بہتر اور موزوں آدمی مل سکتے ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پائے چوبیس:

اب آپ ان کے بنیادی دلائل ملاحظہ فرمائیں:

لغت میں:

”مختلف لغت کی کتابوں میں ’وصی‘ کے معنے حضرت علی بیان کئے گئے ہیں، تو معلوم ہوا کہ آپ وصی رسول تھے۔“ (معارف اسلام نومبر،

دسمبر 1963ء ص 14)

شیعہ دوستوں کی سطحیت کی اس سے بدتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ ”وصی رسول“ کے معنی لغت میں تلاش کیے جائیں۔
دراصل لغت میں ”وصی“ کے معنے عام لحاظ سے کیے گئے ہیں کہ دنیا میں نفیاً یا اثباتاً وصی کس کے لئے استعمال ہو رہا ہے لیکن اسے اس سے بحث نہیں کہ وہ صحیح ہے یا غلط؟ یعنی شرعی لحاظ سے۔

وصیت کا حکم:

”قرآن میں وصیت کرنے کا حکم ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پیغمبر نے وصیت نہ کی ہو۔“ (ص 15)
کیا وصیت، صرف وصیتِ خلافت ہی رہ گئی ہے۔ اگر وہ بھی وصیتیں ممکن ہیں تو پھر اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ ہاں حضور نے ”خلیفہ“ کی تعیین کے سوا نظامِ خلافت کے سلسلہ میں اور متعدد وصیتیں فرمائی ہیں مثلاً کیسے ہوں، جب منتخب ہو جائیں تو ان کی اطاعت کیسی ہو وغیرہ وغیرہ مگر یہ باتیں آپ کے مطلب کی نہیں ہیں۔

تاریخ طبری وغیرہ کا حوالہ:

آیت **وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ** کے نزول پر حضور نے اپنے قرابت داروں کو جمع کرا کے پوچھا تھا کہ کون ایسا ہے جو میری مدد کرے اور میرا وصی اور خلیفہ بنے؟ قوم نے توجواب نہ دیا، حضرت علیؓ نے کہا میں حاضر ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ علیؓ میرا وصی اور خلیفہ ہے۔ تم اس کا حکم مانو۔“ (ص 15)

اس کا جامع اور پہلا اور آخری جواب یہ ہے کہ یہ روایت ہی ناکارہ ہے اور صرف قصے کہانیوں کے عجائب گھر میں رکھنے کے قابل۔ دوستو! مسئلہ ”وصی رسول اللہ“ کا اور دلائل یہ؟ معلوم شد بافندگی۔

اس طرح ایک اور روایت حضرت ابو سعید خدریؓ کی نقل کی گئی ہے جسے سن کر بس، سبحان اللہ اور واہ واہ کہہ لیجئے ورنہ ان طفل تسلیوں کا خون ہو جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام حسنؓ کا ارشاد:

مستدرک حاکم سے امام حسنؓ کا ایک خطبہ نقل کیا گیا ہے۔ اس میں ’انابن الوصی‘ کے الفاظ ہیں۔ بہتر ہو گا کہ اس روایت کو بھی چھپا کر تہ خانوں میں دکھ دیجئے تاکہ اس کو دنیا کی ہوائ نہ لگنے پائے ورنہ۔ ہاں اس کا یہ پہلو بھی سوچنے کے قابل ہے کہ اتنا جاندار خطبہ دینے والا خطبہ دے کر خلافت سے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہو جاتا ہے۔ خدا جانے اس میں کیا راز ہے؟ کہو گے ”تقیہ“ تو ہم عرض کریں گے کہ آپ بھی اسی اسوۂ حسنہ کا اتباع کریں، تقیہ کریں اور ثواب لوٹیں۔ منقار زیر پر ہیں اور مزے کریں۔

آپ نے ”تقیہ“ جیسے طلسم کا سکوت توڑ کر کون سی نیکی کمائی ہے؟

شورائے خدائی عہدوں کے لئے نہیں:

شیعہ کے معارف اسلام نے لکھا ہے کہ:

”شورائے وغیرہ کا محتاج تو ایک اقتدار مملکت سنبھالنے والا ہی ہو سکا ہے۔ خدائی عہدوں والا نہیں۔“ (خلاصہ ص 7)

یعنی جب یہ حضرات دلائل کے میدان میں اترے ہیں تو عجب ہی لگتے ہیں۔ بچوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ خلافت کا تعلق نظام مملکت سے ہے تو شوریٰ وغیرہ کا وہ خود بخود محتاج ہو گیا اور اگر خانقاہیت سے ہے تو ہمارا اس میں آپ سے جھگڑا نہیں۔ اگر آپ کہتے ہیں تو ہو گا اور رہے، ہمیں اس سے کیا۔

نیز ہمارے علم میں ”غیر از رسول و نبی“ دنیا جہاں میں اور کوئی ایسا تنظیمی عہدہ اور منصب نہیں ہے جو ”وحی الہی“ سے تشکیل پاتا ہو اور نہ کوئی بڑی سے بڑی ہستی رسول کے سوا شریعت اور دین کا ماخذ ہوتی ہے۔ خدا جانے آپ یہ دور کی کوڑی کہاں سے ڈھونڈ کر لائے ہیں۔ حضور عالی! یہ مقام دلائل کا ہے محرم کی مرثیہ خوانی کا نہیں ہے کہ الفاظ کے ہیر پھیر اور خوش گلو سے کام چل جائے گا نہ یہ سینہ کو بی کر حلہ ہے کہ کاغذ کو بی سے اس کا حق ادا ہو گا۔ یہ سنجیدہ مقام ہے ٹھوس اور سنجیدہ بات کیجئے۔ سدا محرم کے دن نہیں ہوتے کہ بناوٹی آنسوؤں، مصنوعی بین اور تکلف آم سینہ کو بی سے گرمی محفل کے سامان ہو جائیں گے۔

آپ سے مسائل پوچھئے:

”ارشاد ہوتا ہے کہ خلافت چوتھی جگہ پر ملی۔ اگر کبھی بھی نہ ملتی تو بھی آپ کی خلافت محمدیہ یا نبیائت الہیہ“ پر سر مو فرق نہ آتا۔“ (ص 8)

اگر یہ بات ہے تو پھر جھگڑا کا ہے؟ جب ایک قوم فرضی بات کے فرض کر لینے سے بہل سکتی ہے تو دنیا میں اس کو بہلانا مشکل نہیں ہوتا۔ اگر بغیر نظام مملکت کے کسی کی خلافت کا کاروبار چل سکتا ہے تو اس سے زیادہ پر امن شہری اور کون ہو سکتا ہے۔ جھگڑا تو وہ کرے جو شیخ چلی کے فرضی منصوبوں سے کام نہ چلا سکے۔

اس کی دلیل یہ بھی دی ہے کہ دنیا نے مسائل کے سلسلہ میں ہمیشہ آپ کی طرف رجوع کیا ہے۔ (ص 8) سو عرض ہے کہ ہم کب کہتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مسائل ان سے نہ پوچھے! ہم نے تو پہلے ہی لکھ دیا ہے کہ وہ اچھے مفتی، بہترین ادیب، بڑے قاضی اور کامیاب عالم دین ہیں۔ اس لئے جتنے مسائل چاہو پوچھو۔ لیکن یہ بات آپ کو کس نے بتائی ہے کہ جو مفتی ہو وہ ضرور خلیفہ بلا ضل ہی ہو گا۔ کیا بات اور دلیل میں کوئی تک ہے؟

صوفیاء کے روحانی جدِ امجد:

معارف لکھتا ہے کہ:

’صوفیاء کے تمام سلسلوں کی انتہا امیر المومنین پر ہوتی ہے اور وہاں سے بلا ضل ذاتِ رسول تک پہنچتی ہے۔‘ (ص 7)

اگر دلائل کا سرمنہ یہی ہے جو پیش کیا گیا ہے تو ظاہر ہے خلافت بھی ایسی ہی کوئی ثابت ہو گی۔ اے بندہ خدا! اگر مراد، نظام مملکت کے دینی سربراہ سے نہیں بلکہ خانقاہیت سے ہے، تو رہے، چشم مارو شن دل ماشاں!

وغیرہ وغیرہ:

اس کے علاوہ کبھی خم غدیر کا واقعہ پیش فرماتے ہیں۔ کبھی ولایت حج کا قصہ چھیڑ دیتے ہیں۔ کبھی انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ کا ورد فرمانے لگ جاتے ہیں۔ کبھی بستر خواب کو حضرت علیؑ کے حوالے کرنے کا واسطہ دیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ سب باتیں ہیں اور وہ بھی محرم کے دنوں میں دن بھر کے مارے دھاڑے ہوئے بے ہوش میں بیٹھ کر کرنے کی۔ جہاں بات تولی جاتی ہو، وہاں ایسی باتیں نہیں کی جاتیں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر پیغمبر خدا نے کسی رنگ میں کسی کی تعریف کر دی۔ کوئی کام اسے بتا دیا یا کوئی بات کہہ دی تو بس وہ خلیفہ بلا ضل بن گیا۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ عمر بھر نہ کسی سے کوئی بات کریں نہ اس کو کوئی کام بتائیں اور نہ کسی کی کوئی جائز خوبی ذکر کریں۔ اگر کچھ کر بیٹھیں تو اسے پہلے ”خلیفہ بلا ضل“ کا وثیقہ لکھ کر دیں۔ خلافت تمام ملتِ اسلامیہ کے دینی اور دنیوی مستقبل، وقار، استحکام اور فلاح و صلاح کی ذمہ داری اپنے سر لینے کا نام ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں باتیں بھی اسی معیار کی ہونی چاہئیں۔ کچے دھاگوں سے کام چلانے سے خلافت کے تانے بانے کا شغل کچھ مفید کام نہیں دے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسلامی نظام حیات اور جدید رجحانات

پروفیسر منظور احسن عباسی

غیر مسلم اقوام کی مادی، صنعتی اور طبیعیاتی ترقیات اور ان کی محیر العقول ایجادات و اختراعات کو دیکھ کر بعض مسلم اقوام سخت حیران ہیں بلکہ ایک تحت الشعوری احساس کمتری میں مبتلا ہو کر اسلاف کے واقعی یا فرضی کارناموں کے بوسیدہ دامن میں پناہ لینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ روش بجائے خود اسلام کے منافی ہے۔

ان الفتی من قال انی کذا

لیس الفتی من قال کان ابی

حضرت علیؓ جن کی عالیٰ حوصلگی ضرب المثل ہے فرماتے ہیں کہ ”آباء کے کارناموں پر اترنا کوئی اچھی بات نہیں جو اس مردی تو یہ ہے کہ انساں خود کچھ کر کے دکھائے۔“ ایسے لوگ جو صدیوں پیشتر کے مسلمانوں کے علوم و فنون اور ایجادات کا قصیدہ پڑھتے ہیں۔ وہ گویا موجودہ ملت اسلامیہ کی تحقیر و تذلیل کے مرتکب ہیں۔

اسباب تنزل:

کچھ اصحاب مسلمانوں کے اسباب تنزل میں اسلام سے بیگانگی اور اسلامی نظام حیات سے بے تعلقی کو سب سے اول درجہ پر رکھتے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ خود اس بیگانگی و بے تعلقی کا کوئی معقول سبب نہیں بتا سکتے اس سے بھی زیادہ خوش عقیدہ وہ اصحاب ہیں جو اہل مغرب کی تمام ترقیات کو اسلام یا قرآن کی خوشہ چینی کی مرہون منت بتاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اصحاب کی رائے یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی تمام مادی ترقیات محض قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ ہیں اور یہ دانایانِ فرنگ جو دور دور کی کوڑیاں لاتے ہیں، وہ سب قرآنی مطالب کے دریا میں غوطہ زنی کا نتیجہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ غیر شعوری اعتراف ہے کہ قرآنی علوم سے فیض پانے والی وہی قومیں ہیں جو اسلام کی بدترین دشمن ہیں اور صرف اسلام کی نام لیوا ہی ایک قوم ایسی ہے جو قرآنی فیض سے محروم ہے۔ اس قسم کے خیالات بظاہر اسلام سے ایک گہری عقیدت کی غمازی کرتے ہیں لیکن انجام کار اسی قسم کے خیالات سے اسلامی عظمت کے صحیح خدو خال پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ غلط افکار کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلم دانش مندوں نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ قرآنی مطالب میں صحیح نچ فکروہی ہے جو عہد حاضر کی ترقی یافتہ قوموں کی زندگی میں نظر آتی ہے اس سے ہٹ کر جو مسلمان قرآن پڑھتا ہے وہ طوطے کی طرح بے مصرف رٹ ہے، جس کا کچھ فائدہ نہیں۔

ایسے ہی ترقی پسند مسلمانوں کی تحریر و تقریر فلاحِ آخرت کے حصول کے لئے سعی کرنے کی بجائے دنیوی جاہ و جلال اور مادی قوت و برتری کی ترغیب و تائید کے لئے وقف ہو کر رہ گئی ہے۔ یہاں تک کہ جہاں جہاں قرآن حکیم پر اعمالِ صالحہ کی جزا کے طور پر آخرت کی نعمتوں کا ذکر ہے ان سب کی تعبیر و تصریح اس طرح کی جاتی ہے کہ گویا تمام اعمالِ خیر کا صلہ صرف اسی دنیا کی مادی ترقیات کا نام ہے۔ ان کے نزدیک لفظِ ”آخرت“ کا مفہوم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صرف نتائجِ دنیویہ تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کے مفہوم سے آخرت کا تصور نکال دینے کے بعد خدا کے تصور کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ باوجود اس کے یہ اصحابِ خدا اور اسلام اور پیغمبر اور قرآن کا بار بار نام لیتے ہیں لیکن غور دے یکھا جائے تو ان کا اس طرح نام لینا طوطے کی طرح قرآن پڑھنے سے بھی زیادہ خطرناک یا بے مصرف ہے۔ کیونکہ ہماری نظر کے سامنے دنیوی اور مادی ترقیات کے اوجِ کمال پر پہنچنے والی ایسی اقوام بھی ہیں جن کے نزدیک خدا نام کی کوئی ہستی ہی سرے سے موجود نہیں ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی ہر گونہ ترقیات مادی میں خدا کا مطلق دخل نہیں ہے۔ بد قسمتی سے یہی فرعون کی نظریہ عہدِ حاضر کے بعض دانشوروں کے تحت الشعور میں کار فرما ہے۔

لادینی نظریات:

اس اسلامی لادینی اور مطلق لادینی میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف اس قدر کہ اول الذکر کے حامی اپنے نظریات کی تائید میں قرآنی آیات پیش کرتے ہیں اور ثانی الذکر لادینی تحریک سرے سے قرآن کا انکار کرتی ہے۔ ہر چند کہ یہ اعتراف و انکار بھی نتیجہ کے اعتبار سے بے معنی و بے مقصد ہے تاہم مطلق لادینی نظریات کے حامی کو عالی ظرف اور حوصلہ مند کہا جاسکتا ہے لیکن لادینی نظریات پر اسلام کا نام چسپاں کرنے والا بلاشبہ بزدلی اور فریب کاری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اب ہم قرآن شریف کی روشنی میں ان زاویہ ہائے نظر کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں جس نے اس لادینی کو جنم دیا۔ قرآن حکیم نے نہایت وضاحت کے ساتھ دنیوی جاہ و جلال اور مال و متاع یعنی ہر گونہ مالی ترقیات کا ذکر کیا ہے اور کھول کھول کر ترقی یافتہ اقوام کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے۔ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ قومِ عاد نے کہساروں کی بلند یوں پر عظیم الشان اور قابلِ فخر تاریخی اور یادگاری عمارتیں بنائیں اور ایسے مستحکم محل تعمیر کیے جن کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ کبھی نہیں مٹ سکتے۔ یہی وہ لوگ تھے جو اپنی استحصالی اور جابرانہ قوتوں سے کام لے کر ضعیفوں اور کمزوروں پر ستم ڈھاتے اور یہ خیال کرتے تھے کہ ان پر کبھی کوئی عذاب نہیں آسکتا۔ وہ اپنے ان ترقی پسندانہ اقدامات پر فخر کرتے تھے۔ (سورہ عنکبوت)

جسمانی قوتوں اور صلاحیتوں کے اعتبار سے بھی وہ تمام جہان کی قوموں میں ممتاز تھے اور کوئی قوم ان کی ہم پلہ نہ تھی۔ (سورہ فجر)

ان ہی کا یہ دعویٰ تھا کہ **مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً** (ہم سے زیادہ صاحبِ اقتدار کون ہے؟) (لم سجدہ)

ان کے بعد ایسی ہی تعمیراتی صلاحیتوں کی مالک ایک اور قوم آئی جسے قومِ ثمود کہا جاتا ہے۔ جو اپنی ترقیاتی صلاحیتوں میں قومِ عاد سے کسی طرح کم نہ تھی۔ اس قوم نے پختہ اینٹوں سے اونچے اونچے محلات تعمیر کیے اور پہاڑوں کو توڑ توڑ کر عظیم الشان عمارتیں بنائیں۔ زراعت و باغات کے ہنر کو اوجِ کمال پر پہنچایا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس قوم نے ایک ہزار سے زیادہ بستیاں آباد کیں۔ اس کے بعد اصحابِ حجر نے بھی پہاڑوں میں شگاف کر کے ایسے محفوظ محل بنائے جن کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ ناقابلِ شکست درخت ہیں۔ صنعتِ فنونِ مقیدہ میں وہ ترقیاں کیں جن سے آج کل کی عقولِ انسان حیران ہیں۔ قرآن حکیم میں دنیوی ترقی کے بعض ناجائز وسائل کا بھی ذکر ہے مثلاً اصحابِ مدین جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوئے تھے یہ لوگ تجارت پیشہ اور وزن و پیمانہ میں بے ایمانی کر کے دولت کماتے اور بڑے ہی فساد ہی تھے۔ ان کے علاوہ صنعت و حرفت کے ترقیاتی وسائل اور مال و دولت و زر و مال کی کثرت سے بہرہ مند ہونے والی اور قوموں کا ذکر بھی قرآن حکیم میں ہے۔ مثلاً قارون کی دولت، فرعون کی سلطنت، ملکہ سبا کی ثروت، لقمان کی حکمت، ذوالقرنین کی ہمت جن کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔ تمام قرآن میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ اقوام و ملل سابقہ کے یہ تمام ترقیاتی کارنامے خدا پرستی اور ایمان باللہ کے نتائج تھے۔ اس کے برعکس ان ترقی یافتہ قوموں میں بیشتر وہی ہیں جن پر اللہ کی نافرمانی، اس کے رسولوں کو ایذا رسانی اور کفر و عصیان کے الزامات ہیں۔ جن کے باعث وہ قومیں انجام کار ذلیل و خوار ہوئیں اور مبتلائے عذاب الہی ہو کر صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئیں۔

ایام اللہ:

ہم کو قرآنی تاریخ میں جس کو ایام اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جہاں یہ تفصیلات ملتی ہیں وہاں اس دینی و فکری پستی اور دینی بے راہ روی کا بھی ذکر ہے۔ جو عہدِ اضر کے دانش مندوں اور بر خود غلط دانشوروں کا شیوہ ہے۔ سورہ کہف میں ایسے اشخاص کی مذمت کی گئی ہے جو اپنی تمام مساعی کو حیاتِ دنیوی کے فروغ اور مادی ترقیات کے حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں اور پھر اپنے ان کارناموں پر فخر بھی کرتے ہیں۔ (۱۲۷)

یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ جس قدر لوگ دنیوی کثرتِ مال و متاع و اولاد پر مطمئن ہو کر اسی کو حاصلِ حیات سمجھ بیٹھے ہیں اسی قدر وہ بارگاہِ الہی میں اپنے اعمال کی جواب دہی کے تصور سے بیگانہ ہیں۔ پھر قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ مادی برتری کی جس قدر مساعی کی جاتی ہیں وہ بار آور ضرور ہوتی ہیں اور کوشش کرنے والے اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں تاہم حیاتِ دنیوی میں فروغ حاصل کرنے کا یہ انہماک اگر جزائے اعمالِ صالحہ سے بے گانہ کر دے تو سخت خسارے کی جڑ ہے۔ لہذا اہل ایمان و اہل کفر میں اگر مادی تفاوت ہے تو اس سے متاثر نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ **لَا خِرَۃَ اٰکِبٰۗی** **دَرَجٰتٍ** مدارجِ عالیہ کے اعتبار سے آخرت ہی کو برتری حاصل ہے۔ (بنی اسرائیل۔ ۲۷)

پھر ایسے لوگوں کی جو دنیوی ناز و نعم کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں اور یا وہ لوگ جو آخرت کی کامیابیوں پر دنیوی زندگی کے عیش و آرام کو ترجیح دیتے ہیں مذمت کی گئی ہے۔ مال و جاہ کی دل فریبیوں سے دھوکہ میں آنے دنیوی ترقیات پر اترانے اور غیر مسلم اقوام کی متاع پر لچائی نظر ڈالنے سے بار بار منع کیا گیا ہے بلکہ تفوق یا استحسان کی نگاہوں سے دیکھنا بھی ممنوع ہے۔

مال و متاع کی حقیقت:

فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُہُمْ (سورہ توبہ۔ ۶۷) مال و متاع کی ابھرتی ہوئی تمنا کی مذمت بھی ہے۔ **قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا** **یَلِیْنٰتَ لَنَا مِغْلَ مَاۤ اُوْقِیْ قَارُوْنَ** (القصص) یعنی حیاتِ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے کہتے ہیں کہ اے کاش ہمارے پاس قارون کے برابر دولت ہوتی۔ قرآن حکیم کی ان تمام تصریحات کا یہ مقصد نہیں ہے کہ انسان دنیوی زندگی اور علم و ہنر کی ترقیات سے کنارہ کش ہو جائے بلکہ اس کا مدعا یہ ہے کہ کوئی مسلمان حصولِ مال و جاہِ دنیوی ہی کو مقصدِ حیات نہ تسلیم کر لے۔ یہی وہ تور ہے جو انسان کو ایمان باللہ اور تصورِ آخرت سے محروم کر دیتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآن حکیم نے حیاتِ انسانی کی اس بنیادی غلطی سے جا بجا تنبیہ فرمائی ہے۔

وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ (سورہ انعام)

یعنی گمراہوں کا یہ کہنا ہے کہ یہی دنیوی زندگی ہی سب کچھ ہے۔ اب دوبارہ زندہ ہونا نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ دینی بصیرت رکھنے والوں سے تو بیجا سوال کرتا ہے:

أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ (سورہ توبہ: 38)

بات یہ ہے کہ آیاتِ آخرت کو نظر انداز کر کے دنیوی زندگی (کے مال و متاع) پر مطمئن ہو کر رہ گئے ہو۔

ان واضح ارشاداتِ الہیہ کے باوجود مسلمانوں کے جدید ترقی پسند طبقہ میں جنہوں نے دین سے بیگانگی کی فضا میں پرورش پائی اور انسانی مقصدِ حیات سے بیگانہ ہیں، اقتصادی و صنعتی ترقیات ہی کو زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں، مال و متاع کی روشنی ان کی نگاہوں کو خیرہ کرتی ہے، نئی نئی ایجادات و اختراعات سے حاصل ہونے والے قومی تفوق کو تعجب اور حسرت کی نظروں سے دیکھتے، جاہ و منزلت کے حصول ہی کو حقیقی فوز و فلاح سے تعبیر کرتے اور آخرت کی جنت سے بے نیاز ہو کر دنیا ہی میں جنت کی تلاش کر رہے ہیں۔ یہ کج نگاہی اس وقت اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اصحابِ دنیوی فوز و فلاح ہی کو ایمان اور اسلام کا ثمرہ کہنے لگتے ہیں۔

اقتصادی یا صنعتی پستی:

اور مسلمانوں کی اقتصادی یا صنعتی پستی کو ضعفِ ایمان سے تعبیر کرتے ہیں۔ دنیوی زندگی کے باب میں بعض اوقات یہ لوگ کچھ ایسی باتیں کہتے ہیں جو بظاہر نہایت دلچسپ اور خوشگوار معلوم ہوتی ہیں مثلاً دنیوی فوز و فلاح کے لئے قرآنی تعلیمات اور اسلامی نظریات کو اس طرح پیش کرنا جس سے ظاہر ہو کہ ان کی نگاہوں میں اسلام اور قرآن کی بہت بڑی عظمت ہے اور وہ قرآنی تعلیمات کو ہر جہتی حیثیت سے تمام کامرانیوں اور ترقیات کا دستور العمل سمجھتے ہیں۔ وہ بڑے شد و مد کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتے ہیں لیکن خود بیگانہ عمل ہیں۔ عجب نہیں کہ عہدِ جاہلیت کے اس کردار سے خود آنحضرت ﷺ کو بھی پٹنا پڑا ہو۔ چنانچہ ایسے خیالات کے غلط نتائج سے اللہ تعالیٰ نے حضور کو آگاہ فرمادیا ہو:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي آلِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اسْمُهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُ الْخِصَامِ (البقرہ: 179)

یعنی کچھ لوگ ایسے ہیں جو حیاتِ دنیوی کے باب میں ایسی باتیں کرتے ہیں جو تم کو اچھی اور عجیب معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنے دلی خیالات پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ سخت جھگڑالو ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن حکیم زندگی برائے دنیا کے تصور سے قطعاً خالی ہے۔ دنیا سے بہرہ ور ہونے کی صرف اسی حد تک ترغیب ہے جس کی منفعت متوجہ آخرت ہو کیونکہ مال و قوت و اقتدار کا بڑے سے بڑا کارنامہ اگر نجاتِ اخروی سے محرومی کا باعث ہو تو وہ پرکاش سے زیادہ بے حقیقت ہے۔ کیا کوئی مسلمان اس بات میں شک کر سکتا ہے کہ نانِ جویں پر قناعت کرنے والا اور پیوند پر پیوند لگے ہوئے لباس سے تن ڈھانکنے والا مردِ مومن مزدور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس بادشاہ ہفت اقلیم سے زیادہ کامیاب عاقبت ہے جس کی تمام زندگی خطائے نفسانی اور لذائذِ معصیت کی نذر ہو کر رہ گئی ہو۔ قرآن حکیم دنیا کی جن خوبیوں کا خواہش مند اور دعا گو ہونے کی تلقین فرماتا ہے وہ محض وہ ہیں جن کا تعلق حسناتِ آخرت سے ہے۔ مسلمانوں کی عظمت و برتری کا راز بھی اسی میں مخفی ہے۔

یعنی وہ اقدام جو انسان کے اعضاء کو آخرت سے بچاتا ہو دنیوی فلاح و بہبود کا بھی یقینی ذریعہ بن جاتا ہے۔ مصائب و آلام دنیا میں سے شاید کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں جس کا سبب احکامِ الہیہ سے انحراف نہ ہو۔ **إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ** کا بھی یہی مفہوم ہے کہ نیکیاں ہر حال برائیوں کے اثر سے محفوظ رکھتی ہیں۔ قرآن حکیم ہر ایسی کامیابی کو جو فلاحِ آخرت سے بے نیاز ہو کر حاصل کی جائے قابلِ مذمت و نفرت قرار دیتا ہے بلکہ اس کو کامیابی کی بجائے ناکامی اور خسارے سے تعبیر کر رہا ہے اور یہ مذمت بے سبب نہیں ہوتی بلکہ قرآن اپنے عام اسلوب کے مطابق اس کے دلائل بھی بیان کرتا ہے مثلاً:

وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ النَّهَايَةِ (آل عمران-ع 6)

یعنی بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں یہ مرغوبات، یہ اولاد، یہ سونے چاندی کے ڈھیر۔ یہ گھوڑے مویشی اور مال و متاع ہر چند کہ انسان کے لئے دلکش ہیں لیکن بہتر ٹھکانہ چاہو تو وہ اللہ کے پاس ہی ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ وہاں بھی ہے اور اس سے بہتر ہے۔

”لیکن یاد رکھو کہ یہاں کا تمام کیا کر یا معرضِ تلف میں ہے لیکن جو ارباباں کا ہے وہ غیر فانی اور باقی ہے۔“

”لہذا لازم ہے کہ پیشِ نظر عارضی مفاد کو نظر انداز کر دیا جائے اور انجام کے دائمی مفاد کو پیش رکھا جائے اس لئے کہ اول کے مقابلہ میں آخر ہی کو فوقیت حاصل ہے۔“ (اعلیٰ۔ ضحیٰ)

قرآن حکیم اس قسم کے مضامین سے بھر پڑا ہے لیکن اس کا مدعا ہر گز یہ نہیں ہے کہ قوتِ ناطقہ انسانی، دینی و عقلی صلاحیتیں اور اس کے ترقی پسندانہ رجحانات کو یک قلم معطل سمجھ لیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ سوال ہے جو اربابِ عقل کی الجھن کا باعث بنا ہوا ہے لیکن یہ الجھن قرآن حکیم میں عدم فکر و تدبر کے باعث پیدا ہوتی ہے۔

سیدنا حضرت امام حسینؑ سبط رسول ﷺ

عبدالرحمن عازر

دلکش تھی دلنواز تھی صورت حسینؑ کی	شمعِ رہِ خلوص تھی سیرت حسینؑ کی
وجد آفریں تھے آپ کے اقوال پر جلال	صدرِ شک آفریں تھی عبادت حسینؑ کی
سبطِ رسول ﷺ مظہرِ خلقِ رسول ﷺ تھے	روشن تھی جس سے جلوت ولوت حسینؑ کی
کردار میں خیال میں، حسن و جمال میں	تصویرِ مصطفیٰ ﷺ تھی شہادت حسینؑ کی
تھے فاطمہؑ کے لال، نواسے رسول ﷺ کے	اللہ رے، یہ شانِ قرابت حسینؑ کی
رکھے لبِ حسینؑ لبِ آں حضور ﷺ نے	یہ بخت، یہ شرف، یہ فضیلت حسینؑ کی
تاریخ میں رقم ہے، زمانے کو یاد ہے	صبرِ حسینؑ، جود و سخاوت حسینؑ کی
باطل کے ہر محاذ پہ سینہ سپر رہو	اے مومنو! یہی ہے وصیت حسینؑ کی
جھکتا نہیں ہے حق کبھی باطل کے سامنے	یہ درس دے گئی ہے شہادت حسینؑ کی
آتے نہ گر ظہور میں یہ حادثاتِ غم	ہوتی عیاں نہ جرأت و عظمت حسینؑ کی
جب تک رہے گادورِ ظلم و جبر دھر میں	
عازر رہے گی دھر کو حاجت حسینؑ کی	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

جناب ایم۔ اے رحمان

آج ملتِ اسلامیہ اپنی تاریخ کے انتہائی نازک ترین دور سے گزر رہی ہے۔ طاغوتی طاقتیں اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت اسے فہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کے لئے صفِ آراء ہو رہی ہیں۔ آج قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ کے فرزندوں میں نسلی اور لسانی تعصبات کو ہوا دے کر ان کی ملی وحدت کے عظیم الشان قصر میں نقب لگانے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ علاقائی عصیتوں کو اچھا اچھا کر انہیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنایا جا رہا ہے۔ تاریخ کے اس نازک موڑ پر ہمیں سوچنا ہو گا کہ ہمارے اوجِ ثریا سے قعرِ مذلت تک پہنچنے کے کیا اسباب ہیں؟ ہم جو کبھی رہروانِ قافلہ حجاز تھے اب بھٹکے ہوئے آہو کی طرح مارے مارے کیوں پھر رہے ہیں؟ ان سوالات کے جوابات کے لئے تاریخِ عالم پر ایک اچھتی ہوئی نگاہ تو ڈالے۔ ہمیں یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں نظر آئے گی کہ جو قومیں تشکک و افتراق کا شکار ہو گئیں، ان کی عظمت کا سورج گہنا گیا، محکومی ان کی قسمت میں لکھ دی گئی اور زوال ان کا مقدر ٹھہرا۔ خلافتِ عباسیہ کا شیرازہ منتشر ہونے کی دیر تھی کہ ہلاک و خاں نے اس کی بنیادوں کو اکھاڑ کر رکھ دیا۔ مغلیہ سلطنت میں انتشار کی ہوا کیا چلی، برطانوی سامراج نے اسے اپنے آہنی شکنجے میں جکڑ کر تیوری جاہ و جلال کی ٹٹمائی ہوئی شمع ہی گل کر دی۔

لیکن مقامِ افسوس ہے کہ آج مسلمانانِ عالم تاریخ کے ان عبرت انگیز مرقعوں سے کوئی سبق نہیں لے رہے۔ ان کی موجودہ پستی اور بے بسی کا سبب یہی ہے کہ وہ اس سرمدی پیغام کو بھول رہے ہیں جس نے انہیں محبت و اخوت کے ابدی رشتوں میں جکڑ دیا تھا اور انہیں ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیوں کی صورت میں پرو دیا تھا۔ چشمِ فلک گواہ ہے کہ چودہ سو برس قبل صحرائے عرب کی تپتی ہوئی ریت سے ایک قوم **إِنَّمَا اللَّهُ مُنُونٌ إِخْوَةٌ** کا سرمدی پیغام لے کر بگولے کی طرح اٹھی اور طوفانِ بن کر پوری دنیا پر چھا گئی۔ وہ جہالت کی اتھاہ تاریکیوں سے نکل کر تہذیب و تمدن کے جگمگاتے ایوانوں میں جا پہنچی اور دنیا میں علم و ادب کی شمع بردار بن گئی۔ اس کے ہاں بندہ و آقا کی تمیز بے معنی ہو گئی۔ رنگ و نسل اور حسب و نسب کا امتیاز مٹ گیا۔ عزت و وقار کا معیار تقولے اور صرف تقولے قرار پایا۔

نہ افغانیم و نہ ترک و نہ تاریم!

تمیز رنگ و بوبر ما حرام است

چمن زادیم و از یک شاخساریم

کہ ما پروردہ یک نوبہاریم

آج جب ہم عالمِ اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ احساس کی لہریں مجسم سوال بن کر پوچھتی ہیں کہ ”کیا ہم اسی قوم کے فرزند ہیں جسے ”خیر الامت“ کے لقب سے سرفراز کیا گیا تھا؟ آج ہماری غیرت و حمیت کو کیا ہوا کہ دوسروں کی دریوزہ گری کو اپنا شعار بنا چکے ہیں؟ دوسروں کی ذہنی غلامی کو اپنی سعادت خیال کرتے ہیں۔“ اور پھر جب کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو اقبال کی روح متاعِ کارواں کے لٹ جانے پر ماتم کناں نظر آتی ہے اور جب اس لٹ جانے پر بھی ”کچھ نہ کھویا“ والی حالت طاری ہر تپتی ہے تو تڑپ اٹھتی ہے، آہ

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آج وقت کا تقاضا ہے کہ ہم میں احساسِ زیاں پیدا ہو۔ ہم اپنی لٹی ہوئی متاعِ عزیز کو حاصل کرنے کے لئے سعیِ پیہم کریں اور اپنی عظمتِ گم گشتہ کے دھندلے نگینوں کو جلا بخشیں۔ مگر یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اپنے اختلافات کی آگ کو محبت و اخوت کے ٹھنڈے چشموں سے بجھا کر ایک ہو جائیں۔ ہمارے جسم اگرچہ جدا جدا ہوں مگر روح ایک ہو۔ ہمارے دل ہم آہنگ ہو کر دھڑکنے لگیں اور دھڑکنوں کے ساز سے ایک ہی نغمے کی لے پھوٹے کہ ۔

تباہِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

نہ ایرانی رہے باقی، نہ تورانی، نہ افغانی!

اور ہم اس نغمے کی بازگشت میں شاہراہِ حیات پر آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں تا آن کہ کامیابیاں ہمارے قدم چومنے لگیں۔

اس حقیقت سے کوئی بھی ذی شعور انکار نہیں کر سکا کہ اگر کرہ ارض پر بسنے والے سر کروڑ مسلمانوں کے دلوں میں وحدتِ ملی کا احساس اجاگر کر دیا جائے تو وہ آج بھی باطل کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہو سکتے ہیں کہ ان سے ٹکرانے والی قوتیں پاش پاش ہو جائیں۔ اگر آج بھی شیخ توحید کے پروانے **لا اِلهَ** کا عقیدہ پختہ کر لیں اور ”نیل کے ساحل سے لے کر تاجک کا شغریٰ“ اپنے تمام اختلافات کو دفن کر کے محبت و اخوت کے پھریرے لہراتے ہوئے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں تو دنیا کی کسی قوم میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ہم پر مسلط ہو جائے۔ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں ہمارے آستانوں پر جُتہ سائی کرنے پر مجبور ہوں گی۔ پھر یہودیوں کی کیا مجال کہ وہ آنکھ اٹھا کر بھی مصر کی طرف دیکھیں! بھارت میں کہاں جرأت کہ ہماری سرحدوں کے پاس بھی پھینک جائے، اسرائیلیوں کا کیا حوصلہ کہ وہ بیت المقدس کو اپنے ناپاک قدموں تلے روندیں۔

آج جب کہ مسجد اقصیٰ سے اٹھنے والے دھوئیں نے مسلمانوں کی آہوں میں آگ بھردی ہے۔ بیت المقدس کی سرزمین حرم کے پاسبانوں کو پکار رہی ہے کہ اے اہل وفا! تم کہاں ہو؟ آؤ اور میری حرمت کو پامال کرنے والوں کو نیست و نابود کر دو۔ تو دنیا اسلام کو وقت کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اتحاد و یگانگت کی راہ پر گامزن ہو جانا چاہئے اور حرم کے دشمنوں کی گھناؤنی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے ہمیں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نعتِ رسول مقبول ﷺ

خواجہ عبد المنان راز

دیارِ مصطفیٰ ﷺ تیری فضا ہے کتنی نورانی!!	مہ و انجم سے دلکش ہے ترے ذروں کی تابانی
سلام اپر درود ان پر، درود ان پر سلام ان پر	کہ جن کے فیض نے بخشا ہے مجھ کو نورِ ایمانی
من از ایں بحث می ترسم کہ او خاکبست یا نوری	مقامِ مصطفیٰ، واعظ! نہ من دانم نہ تو دانی!
حدیثِ مصطفیٰ سے جب کسی نے رہنمائی لی،	ہوئی آساں ہر اک مشکل ہو عقدہ ہر اک یانی
مرا ایمان محکم ہے کہ دنیا اک جہنم ہے	کہ جب تک آنہیں جاتا یہاں دستورِ قرآنی
وہ ہیں ختمِ رسل ختمِ نبوت شان ہے ان کی	یہی شانِ نبوت ہے ہمارا جزوِ ایمانی
تبسم لب پہ ہوتا تھا کہ تارے جھلملاتے تھے	زباں پر بات ہوتی تھی کہ ہوتی تھی گل افشانی
ہے اسوہ اور سیرت ان کی تفسیرِ کلام اللہ	بجز اس کے نہیں اے راز ممکن کچھ شناخوانی
خدا یا کر دے روشن میرا سینہ نورِ ایمان سے	
کہ ان کے روبرو جا کر نہ ہو مجھ کو پشیمانی!	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تعارف و تبصرہ کتب

خواجہ عبد المنان راز

نام کتاب : سولہ سورہ مترجم

ہدیہ : 3 روپے

ناشر : کتب خانہ اشاعت الکتاب والسنہ بنس روڈ کراچی نمبر 1

قرآن پاک کی سولہ سورتوں الفاتحہ، یسین، الفتح، الرحمن، الواقعہ، الدخان، السجدہ، المزمل، الکہف، النبأ، النازعات، الملک، الکافروں، الاخلاص، الفلق، الناس کو کتب خانہ اشاعت الکتاب والسنہ نے بڑے اہتمام اور حسن کے ساتھ شائع کیا ہے۔ مندرجہ بالا سورتوں کی جامع تفسیر مولینا عبد الستار صاحب محدث دہلوی کے فکر کا نتیجہ ہے اور اس کو بطور حاشیہ مولانا عبد القہار صاحب دہلوی نے مرتب کیا ہے۔ ترجمہ رواں، حواشی جامع و بصیرت افروز ہیں۔ کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ ہے۔ کاغذ بھی عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کا متن صاف اور جلی کابت میں ہے اور صحت اعراب والفاظ میں خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

نام کتاب : یارِ غار

مصنف : شیخ حسن الدین سہروردی بی۔ اے

ہدیہ : 2 روپے

ضخامت : 32 صفحات

ناشر : مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ علامہ اقبال روڈ لاہور

یہ خوبصورت رسالہ دیکھ کر ناشرین کے حسن ذوق کی داد نہ دینا کم ذوقی کی علامت ہوگی، سرورق نہایت جاذبِ نظر اور حسنِ سادہ کا بہترین نمونہ ہے۔ کتابت اور طباعت کا معیار بھی اعلیٰ ہے۔ رسالہ کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح ہوگی لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ کتابچہ حضرت صدیق کے سلسلہ میں شیعہ حضرات کی طرف سے اٹھائے گئے چند ایک اعتراضات (یا سوالات) کا جواب ہے۔ بقول شیخ حسن الدین سہروردی اس رسالہ کا اوّلین و آخرین مقصود یہ ہے کہ جناب صدیق اکبرؓ کو بعد از نبی اکرم ﷺ افضل البشر ثابت کیا جاسکے۔ شیخ صاحب نے فرقہ امامیہ اور سبائیہ کی تحریروں پر زور دار تصرہ کیا ہے اور انہی فرقوں کی کتب کے حوالوں سے اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کی کاوش کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرتبہ کے لحاظ سے نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مقام سب سے اعلیٰ ہے۔ اور اہل حق اور اہل علم حضرات کے لئے ضروری ہے کہ اس موضوع پر قلم اٹھائیں۔ خصوصاً اس حالت میں جبکہ کوئی ان کو فروتر ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ دینی حمیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا تقاضا یہی ہے۔ لیکن اس بحث میں متانت سنجیدگی اور عفتِ قلم کا لحاظ رکھنا از بس ضروری ہے۔ افسوس کہ اس کتابچے میں بعض مقامات پر جوانی طور پر تلخ کلمات آگئے ہیں۔ ہم جس نبی ﷺ کی اُمت ہیں اور جس ہستی کا دفاع کیا جا رہا ہے ان کی تعلیمات کا تقاضا اس کے برعکس ہے۔ البتہ ایک چیز خوش آئند ہے کہ اس بحث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے ورنہ جذبات میں آکر بعض لوگ حضرت علیؑ کو شیعہ حضرات کا ہی ممدوح سمجھ لیتے ہیں حالانکہ احترام کے لحاظ سے ہمارے نزدیک حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ ہم مرتبہ ہیں۔ ظاہری حسن و خوبی کے باوجود کتابچہ کی قیمت زیادہ ہے۔

نام کتاب :	شاہراہ اسلام
مصنف :	محمد مظہر العظمیٰ مدیر ”اتمدن الاسلامی“ دمشق
مترجم :	آبادشاہ پوری
ہدیہ :	50 / 1 روپے
ضخامت :	72 صفحات
ملنے کا پتہ :	گلستان پبلیکیشنز۔ 40 اردو بازار لاہور

زیر تبصرہ کتاب دمشق کے معروف رسالہ ”اتمدن الاسلامی“ کے ایڈیٹر جناب محمد مظہر العظمیٰ کی کتاب ”سبل السلام“ کا اردو ترجمہ ہے جو اردو ڈائجسٹ کے مدیر معاون جناب آبادشاہ پوری کی کاوش ہے۔ ترجمہ بڑا سلیس اور رواں دواں ہے۔ اس کتاب میں زندگی کے مسائل پر اسلامی فکر و نظر کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ مثلاً عقائد، عبادات، ثقافتِ راشدہ، مکارمِ اخلاق، معاملات کی اصلاح، تربیتِ کردار، نظامِ اجتماعی۔ ان عنوانات کے تحت بڑے اخلاص اور دردِ مندی کے ساتھ نہایت دل نشیں انداز میں شاہراہ اسلام پر گامزن ہونے کی عوت دی گئی ہے۔ ”شاہراہ اسلام“ مشعلِ راہ کا کام دیتی ہے۔ ہم اس کتاب کے مطالعہ کی پر زور سفارش کرتے ہیں۔

نام کتاب :	مرشد جیلانی کے ارشادات حقانی
مصنف :	محمد حنیف یزدانی
ضخامت :	104 صفحات
قیمت :	3 روپے
ناشر :	مکتبہ نذیریہ اپنیٹنگ سٹریٹ مکان نمبر 132 چھبرہ لاہور

یہ بھی ایک ستم ظریفی ہی ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے جو بزرگ ساری زندگی توحید و سنت کا پرچم بلند کرنے میں لگے رہے ان کی وفات کے بعد سادہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لوح لوگوں نے انہی کی ذات کو شرک و بدعت پھیلانے کا ذریعہ بنالیا۔ حضرت الشیخ سید عبدالقادر جیلانی کی سیرت اور تعلیمات سے واقف حضرات پر روشن ہے کہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شرک و بدعت کی بیخ کنی میں اور توحید و سنت کو پروان چڑھانے میں صرف ہوا لیکن آج ان ہی کی ذات سے ایسے واقعات و کرامات وابستہ کر دی گئی ہیں جو تعلیمات اسلامی کے سراسر خلاف ہیں۔ حضرت جیلانی کا مرتبہ بلند محض اس بنا پر ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کا ایک عاجز بندہ سمجھا اور اسی کے مطابق اللہ کی بندگی کی۔ لیکن لوگوں نے ان کی ہستی کو اتنا مختار بنا دیا کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ عاجز نظر آنے لگے۔

مولانا محمد حنیف یزدانی نے اس مختصر کتاب میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی تعلیمات کو سمودیا ہے اور ان تعلیمات ہی کی روشنی میں ان کرامات کو باطل قرار دیا ہے جو ان سے غلط طور پر وابستہ کر دی گئی ہیں۔ کاش بزعم خود حضرت شیخ کے مرید یہ بات سمجھ سکیں کہ حضرت کی اس سے بڑی کرامت کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی عین قرآن و سنت کے مطابق بسر کی!

یزدانی صاحب نے مختصر طور پر اس کتاب میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی سوانح حیات بھی جمع کر دی ہے۔ یہ کتاب حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی زندگی اور تعلیمات کو سمجھنے کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ بعض مسائل کے سلسلہ میں علمائے حق کے تائیدی بیان شامل کر کے اس کتاب کو علمی اور تحقیقی حیثیت کا حامل بنا دیا گیا ہے۔

نام کتاب :	بحضور محمد ﷺ
مصنف :	پروفیسر عزیز احمد بھٹی ایم۔ اے
ہدیہ :	3 روپے
ضخامت :	292 صفحات
ناشر :	اسلامی مشن سنت نگر لاہور

بحضور محمد ﷺ (On to Muhammad) کا اردو ترجمہ ہے۔ جسے لندن یونیورسٹی میں قانون کے ایک پروفیسر مسٹر اینڈرسن کے ایک مقالہ کے جواب میں مکتوب کی شکل میں لکھا گیا ہے۔ مسٹر اینڈرسن کا یہ مقالہ ”مذہب عالم“ نامی کتاب مرتبہ برنارڈ میں شائع ہوا تھا۔ اس مقالہ میں حضور اکرم محمد ﷺ کی ذات گرامی پر اتہامات اور الزامات لگائے گئے ہیں۔ یہ مقالہ مسلمانانِ عالم کی غیرت کو ایک چیلنج تھا۔ جناب اختر احسن کنویر اسلامی مشن نے اس زہر چکانی پر محض کڑھنے کی بجائے علمی طور پر اس کا سدباب کرنے کا عزم کیا۔ لہذا اپنے ایک شاگرد کو اس مقالہ کا جواب لکھنے پر آمادہ کیا۔ یہ جواب جو پروفیسر اینڈرسن کے نام ایک کھلی چٹھی کے اسلوب میں لکھا گیا، ایک بلند پایہ علمی اور تحقیقی مقالہ ہے جس کے ایک ایک لفظ سے خلو و صداقت نمایاں ہے۔ جناب عزیز احمد بھٹی نے اپنے جواب میں مسلمانوں کے جذبات کا بھی اظہار کر دیا ہے اور ان تمام غلط فہمیوں کو بھی عالمانہ انداز میں دور کر دیا ہے جو مسٹر اینڈرسن نے انگریزی دان طبقہ میں پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ حوالہ کے طور پر قرآن و حدیث کے علاوہ انجیل سے بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

استفادہ کیا ہے۔ پھر مغربی اکابر نے حضور پاک ﷺ کو جو خراج عقیدت پیش کیا ہوا ہے ان کو بھی بطور سند شامل کر دیا ہے۔

اردو اور انگریزی میں یہ کتاب سیرت کے موضوع پر ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ البتہ طباعت میں جو کہ ٹائپ میں ہے، ہر صفحہ پر دو (۲) دو (۲) تین تین غلطیاں نہایت نکلتی ہیں۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کو اردو میں ”بانی اسلام“ اور انگریزی میں ”Founder of Islam“ لکھا ہے جو ٹھیک نہیں ہے۔ حضور ﷺ پیغمبر اسلام ہیں، بانی اسلام نہیں۔ اسلامی مشن مبارکباد کا مستحق ہے کہ اس نے اس گراں قدر کتاب کو لکھوایا اور چھپوایا۔ یقیناً یہ اسلام کی بہترین خدمت ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہو۔ بالخصوص انگریزی کتاب کو بیرونی دنیا میں جگہ جگہ پہنچانے کا اہتمام سرکاری سطح پر ہونا چاہئے۔

انگریزی، اردو دونوں زبانوں میں اندازِ بیاں بڑا دلکش اور دلنشیں ہے۔ افہام و تفہیم کا یہ اسلوب بہت کم دیکھنے میں آیا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ مصنف نے عشق محمدی میں سرشار ہو کر اس کام کو سرانجام دیا ہے۔

دونوں زبانوں میں یہ کتاب پتہ بالا سے منگوائی جاسکتی ہے۔ اردو میں ہدیہ 3 روپے اور انگریزی کتاب کا ہدیہ درج نہیں ہے۔